



سلسلہ تاریخی جلد اول

الحمد لله الذي جعل في الدين



شواس عجم کی سوانح عثمان اور اوس کے کلام کا انتخاب سربہ نوری

مترجم و مؤلف

محمد شفیع الدین حسان مراد آبادی

بار اول

بلائی سیم سیرین و تیرین طبع سومی

جسٹس حقوق و جسرئ شہزین

طبع و نشر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسے برتر از خیال قیاس و گمان مہم  
دور ہر چہ گفتہ ایم و شنیدہ ایم و خفاہیم  
و غشت علم نشت بہایان رسید  
ماہم چنان در آواہی وصف مازہیم

سلف سے لیکر اب تک جتنے حکماء اور فلاسفہ گزرے ہیں۔ سب سے بلا اختلاف آزادمان  
لیا ہے کہ تاریخ و مواخ عمری۔ علم فلسفہ کے بعد اہل دنیا کی ضروریات پوری کر سکتے  
کے لئے ہدایت ہیں۔ تواریخ عمری اور تاریخ بڑی پرانی چیز ہیں۔ اگر آپ اب سے  
دو ہزار برس پیشتر یونان کی طرف عالم خیال میں سیر کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے  
کہ پلوٹارک (Plutarch) جیسی ہیں بنائے اور احوال و جد کی سلاست و مناسبت ملے  
ہر کے سوانح عمری ہیں اب تک ہماری نظروں کے سامنے موجود ہیں اور زمانہ میں  
اگر کوئی تاریخ و مواخ عمری نہ تھا تو ہم دنیا کے حالات سے محض بے خبر رہتے۔ سوانح عمری  
اور تاریخ ایک ہی صورت کے دو نام ہیں ایک ہی مکان کے دو جہاز جہاز ہیں۔  
انسانی کی سوانح عمری سے ہر کے سوانح عمری کی صحیح تصویر دیکھ لی جائے



[illegible]

تکرب کمال کرتے ہوئے عزیز ہستی کی سبکدوشی پانچ نیز و غیرت کی  
 سہ۔ اس لوگوں نے اپنی پیشوا شہ کا بہت ساعدہ طلب علم بن گذارا اور ہر آدمی  
 دولت و کد کیا جہر قریب و خیرین کو رہی ہے۔ نظم کی و نہایت یوں تو بہتر سے فائدہ  
 مستفین گذرے ہیں مگر میں نے خصوصیت کے ساتھ ان ہی کو لکھا ہے جن کے  
 کلام کو خواہر ش کی برابر یہ دیکھ نول رہا ہے اور جنکی تصنیفات کو قریب سے

زبور سے آراستہ ہو کر عبرانی - فرانسیسی - اسپانی - لاطینی - یونانی - انگریزی - ترکی  
زبانوں میں ترجمہ ہو نیکاطر حاصل ہو۔

مجھے افسوس ہے کہ اردو یا فارسی میں ایسی کتابیں بہت کم ملتی ہیں جن سے  
میری کتاب کی تدوین میں مدد ملتی۔ جہاں تک میرا خیال ہے اب شاید ہی کوئی  
ایسا شخص باقی رہا ہو جس کے کلام کا پورے زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہو اور میں نے  
اوسکا ذکر نہ کیا ہو۔ چند شعرا کی خواجہ غفران بہت مختصر ہیں افسوس ہے کہ اس کے علاوہ  
مفصل باوجود تلاش بسیار نہ دستیاب ہو سکے۔ جس قدر ملے اور نہیں پر کتب خانہ لائبریا  
میں نہایت ادب سے تیار کیا گیا ہے۔ سکندر مرتبت - مکن الہ و الہ - حافظ  
ہزاریش حضور نواب محمد بھاول خان بھاولپور حضرت جنگ - جی - سی -  
ایس - آئی - دام اقبالہم والی ریاست بھاولپور کا وہی شکرہ ادا کرنا ہوں کہ حضور  
نے اس ناچیز نایب کو پسند فرما کر میری اعلا و فرامی - خداوند کریم ایسے قدس  
رئیس کے جمیع آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

عاصی

محمد شفیع الدین خان عفی اللہ عنہ  
مراد آباد - نومبر ۱۹۰۹ء

# فارسی زبان اور شعر کی نسبت عالم علوم شرقی اسٹیوارٹ کاسٹیلو کی رائے

فصح - بلع - جامع اور نفیس زبان جو شاعری کے واسطے موزون اور مناسب ہے وہ فارسی ہے۔ نظم کے واسطے یہ شیریں زبان ایسی پُر مایہ ثابت ہوئی ہے کہ حقیقت میں عجیب پیدا ہو کے اوس کے عشرہ عشریہ سے بھی یورپ کو افتخار میں محال ہوا۔ حافظ - سعدی - توسر مایہ تازہ جوک ہی مگر اور بھی ایسے ہیں جنکو پور میں بڑی ہی عزت سے سرنہستے اور تم آواز ہوا کرتے تھے علام کی حد کی کاغذ بلند کرتے ہیں۔ فارسی غزلین آئریکٹ - باب پر کاٹ جائیں تب بھی مزہ دیتی ہیں اور اگر ویسے ہی پڑھی جائیں جب بھی لطف چاہیں پونہاوی۔ فارسی زبان کے مشہور عالم سہ لیم جو بس جتنے متعدد ترجمہ نب شرقی غالب طبع میں آئے ہیں وہ اس کے ہیں۔

”طبعیت پر گہرا اثر کرنے میں شبیہات و استعارات میں بیحد دل سوزی میں توفیق اور زندہ رنگینوں سے بھر پور دنیا پر اگر کون زبان ہو تو وہ فارسی ہے۔“  
اوی رائے بہت زیادہ وضاحت کے قابل ہیں ہے کہ وہ شرقی علوم کے مستعملانہوت  
اوستاد اور انگریزوں میں مایہ فخر و ازہین۔ اس خزانہ (فارسی) کو اگر بزرگ فنی  
جزین قوموں نے ان تھک کوشش اور کامیابی سے حاصل کیا ہے۔ اور واقعی ان  
قوموں کوشش بہت ہی قابل ستائش ہے۔ مجھے خوب علوم ہی کہ ہندوستان میں  
جہان کے باشندوں کو فارسی سے قریبی مسامتہ ہے وہ کتابیں جن کو یورپین علماء

اپنے اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے شہرت حاصل کی ہے اکثر کسباب ہیں۔  
 ہندوستان میں یہ فطرت قابل افسوس ہے۔ اور انھوں نے اس علم کی قدر نہ کی  
 یہ تو اس قابل تھا کہ سوسنے کے حروف سے لکھا کر الماریوں میں محفوظ رکھا جاتا۔  
 ہماری قوم میں درجہ قابل تعریف ہے کہ اس نے اول تو غیر زبانوں میں دستگاہ کا  
 پیدا کی اس کے بعد ان علوم کی عمدہ اور بیش بہا کتابوں کا ترجمہ کر کے اپنے  
 ہر قوموں کے واسطے آگاہی کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے فارسی زبان بڑی  
 مشکل سے حاصل کی اور مجھے اسی تحصیل میں بڑی وقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ  
 نفاق اہل نے ہماری غیر بڑی شکل پسند بنائی ہے۔ ہم جب تک کامل طور سے ایک  
 چیز کو نہیں حاصل کر لیتے طبیعت کو چین نہیں بڑتا۔ اور ولایت میں تو خاص کر بڑی  
 دقت ہے کیونکہ وہاں اور علوم کے تو عالم بہت گمراہی والے کم ہیں۔ اسوجہ سے  
 مذاہم سے گرنے والے وقتوں کا سامنا ہوا۔ جب کہ میں جا کر میں فارسی کی شیرینی کا مزہ  
 چکھنے کے قابل ہوا۔ تہذیب و جنس دیوان حافظ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

”فارسی زبان پر عبور کر لینا بڑی جوانمردی کا کام ہے۔ ترجمہ میں گو محنت بہت ہوتی ہے  
 اور حتیٰ امس ایسی کوشش سے ترجمہ کیا جاتا ہے کہ مطالب اور الفاظ حیرت زبان کے  
 پورے ادا ہوں۔ مگر جو اس میں خوبی ہوتی ہے وہ نقل میں کمان۔ لاکھ فارسی کو  
 انگریزی میں لکھنا تو کیا ہوتا ہے۔ ان صرف فارسی سے نا آشنا سمجھ لیتے  
 ہیں۔ مگر وہ اس بیوقوفی (غوصورتی) کو نہیں جان سکتے۔ جو اس زبان میں ہوتی  
 ہے۔ طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی زبان کو حاصل کر لیتا ہے تو اس کا  
 دل چاہتا ہے کہ اس زبان کی عمدہ عمدہ تصانیف کو اپنی زبان میں ترجمہ کر لے۔“

اگرچہ فاضل سرولیم نے یہ لکھا ہے مگر ایک بہت سی مشرقی کتابوں کے قریب  
 فرانسیسی۔ جرمنی۔ انگریزی میں ہو چکی ہیں اور آج کل جس شخص کے قلم سے ہو ہو  
 الفاظ چستی اور بندش لئے ہوئے نکلتے ہیں وہ سر فارین فاکٹر ہے۔

اس عالم میں یہ عجیب بات ہو کر رہی سلاست اور فصاحت اصلی فارسی اور سنسکرت  
 میں ہوتی ہے جس سے ویسی ہی ترجمہ میں آکر ناپی۔ مرحوم سرگور اولیٰ نے انتقال سے  
 پیشتر ایک مجموعہ فارسی مضامین کا ترتیب دیا تھا جسکو الٹ یا برگ۔ سائی نے چھاپا ہے  
 مجھے بھی اس کے مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ سبحان اللہ کیا سوتی پردے میں۔ اور  
 کس تحقیق سے مضامین لکھے ہیں۔ تو میں قوموں کی کوشش کی ایک حکایت سناتا ہوں  
 کتاب الفنی مصنفہ ابو الفرج علی بن حسن بن محمد قریشی لاصفاہانی (جو فن موسیقی میں  
 درجہ کی کتاب ہے) تین دستاویز ہوتی تھی۔ فقہین کو تلاش تھی جب مصر زفر  
 سے جنگ ہوئی اور وقت یہ کتاب نوشتہ سیراج کوئی۔ یہ قطعی ہے ایک رائل لائبریری  
 میں رکھی ہوئی ہے۔ خط نہایت پاکیزہ اور مضمون بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اسکا مصنف  
 ابو الفرج مسلم بن حجاج بن حیدر اموی تھا اور اس نے یہ کتاب حنفیہ ہارون رشید عباسی  
 کے حکم تصنیف کی تھی۔ آئین ایک سوراگ بجانے کی ترکیبیں درج ہیں۔ اس  
 کتاب کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے اور علم موسیقی میں انگریزی راگ کے ساتھ  
 مشرقی چاشنی دیکر ایک سون ملکب ماہران موسیقی نے طنز کی ہے۔

سرولیم جنس کے علاوہ انگلش۔ چینی۔ اردو۔ ان ہیر نے بھی فارسی شعرا کی کام

میں پیش کیا ہیں۔ سائی میں مشرقی کتب کے ترجمہ عجیب شائع کرنے میں کام

کے ترجمے یورپ میں بکثرت نکالے گئے اور یورپ نے عیسائی بن جانے والوں کی قدر کی  
 اوس سے زیادہ کے یہ قابل تھے۔ اب میں ایشیائی خوشنویسی کا تذکرہ کرتا  
 ہوں۔ خوش قسمتی سے جہاں مشرق میں ایسے بے نظیر نسخہ نگار تھے جن کے ہاں خوش  
 نویسی کے ماہرین کی بھی کمی تھی۔ ایشیائی بادشاہوں اور امیروں کو ہمیشہ شوق تھا  
 کہ عمدہ عمدہ کتابیں مطلقاً و مذتب خوش خط لکھوا کر الماروں میں رکھیں۔ بہت سی  
 ایسی کتابیں آجکل یورپ میں موجود ہیں جن میں دیکھ کر آنکھوں میں فدا پیدا ہوتا ہے اور  
 وہاں اللہ اکبر ایسے ہی ماہر نگاروں سے ہیں۔ ان کتابوں کا اندازہ سمجھنے میں  
 کہ اس چیز کا باوجود ہے۔ لیکن ان کے درجہ کی جہت سے وہ شہرہ کم کر سکتے  
 ہیں۔ سب کچھ یہ کہ حقیقت پر۔ نہ سنائی جی بس اور روشن کہ اس میں  
 گزشتہ مین مگر کیا مبالغہ اور ان حباب ہوئی ہو۔ جس میں نہایت عمدہ خطاطی  
 کی ہوئی اور اوس میں سونا چھرا ہوا۔

امپیریل لائبریری، وائٹ ہاؤس میں ایک نسخہ کلی دیوان کامل کا رکھا ہوا ہے۔ خط  
 کا نوکیلا کتنا طرز اس میں جو تصویریں بنی ہوئی ہیں وہ ملاحظہ فرمائیے۔ اس زمانہ  
 میں کوئی نسخہ یا نسخہ یا اس قسم کی تصویریں بنائیے۔

مشرقیہ ورلڈ ورمنٹ میں ان تھیں کے پاس چند نہایت نادر کتبے تھے  
 مسیح سے ایک ۱۲۷۱ء قبل مسیح۔ انڈیا میں لائبریری میں مطالعہ کرتے  
 اور مذہب قلمی کتابیں کثرت سے ہیں۔ قرآن مجید کے بعض نسخے ایسے چھوٹے  
 اور باریک خط میں لکھے ہوئے ہیں کہ جب تک آئی گلاس سے دیکھے جائیں  
 ایک حرف بھی نہیں سوجھتا۔ مگر خط نہایت پاکیزہ۔ عجیب و غریب کاتب

کمان کے تیز فلک برتے !

ایک سنو رامین کا بھی موجود ہے وہ بھی ایسا ہی مسدہ ہے۔ عرض کہ  
مشرق بجاظ شاعری اور خوش نویسی ابناک معرک کمال پر ہے اور یورپ  
کسی حالت میں متاثر نہیں کر سکتا۔

اسٹوارٹ کا شیلہ

از اشیاک برن

[illegible][illegible]



علم موسیقی کے کامل تھے اور اس زمانہ میں یہ فن معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا  
 (راحمی موصلی کے حالات ملاحظہ ہوں) اس لئے شیخ بھی بس فن میں طاق ہو  
 اس سے خدا نخواستہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ بزرگ مرثیہ گو یا تھا یا اس کے  
 بزرگوں کا یہ پیشہ تھا۔ بلکہ جہان اور علم تحصیل کرتے تھے وہاں یہ بھی تھا۔ دین  
 شیخ کا خاندان ایسا نجیب شریف تھا کہ لوگ حویان اور ٹھکانا فخر بتھنے تھے۔  
 جلال الدین بغدادی نے حیات سعدی میں اور مشر مہرگ نے سفلی کفایت لکھی ہے  
 ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ شیخ کا دل شیراز کی حالت دیکھ کر نہ لگتا تھا اور زیادہ  
 بے چینی یوں تھی کہ صلب علم کا کوئی ذیلیہ نہ دکھلائی دیتا تھا۔ مدیسی تو بنیری تھی  
 مگر وہاں وہ ہی کہتا تھا جو ذرا سی بات میں تفسیر کا موتی لگا دیے کو حیار ست۔  
 مدیس تھے۔ پھر اسے مقصد اور کثرت تا تریش معلوم سے کیا داسس ہوتا؟  
 مجبوراً شترہ برس کی عمر میں والدین کی وفات کے بعد یہ قطعہ پڑھتا ہوا بغداد  
 کی جانب روانہ ہوا۔

دلہ از صحبت شیراز بکلی گرفت  
 وقت آمدت کہ پرسی خبر بغداد  
 سعدی صاحب دین گریہ بدیشیت  
 نوان خرو بہ رفتی کہ من انجا زام

بغداد اور سوفت میں محزون علم و ہنر تھا۔ مارونی و مامونی شان و شوکت کے آثار اور  
 علی اکھاڑے ایسا موجود تھے۔ مشہور نظامیہ کالج جسکی مسرت ناک سوانح عمری  
 تاریخ بغداد پوری ہے اوسین شیخ داخل ہوا۔ زمین اور ہونہار طبیعت نے  
 اوسے تادون کو اپنے اوپر راہی کر لیا۔ اور مقبول تالیف ہی مقرر ہو گیا۔ شیخ کو اوسط  
 اور کیا پاسیے تھا۔ بغیر غلط تحصیل علم میں مشغول ہوا۔ پہلے علم تفسیر پڑھا۔ برس



بشیر گانا سنے اوس کو چین نہیں آتا تھا۔ بلکہ اسی مجاہدین میں بلکہ اوسکی روحانی  
 توہمیں بڑھتی تھیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اوسکا مبلغ صم کیا تھا۔ اگر وہ شاعری  
 میں ہود تو حکمت میں ارسطو تھا۔ لاطینی ادبی زبان کی کٹن جوتھا تھا۔ جو نوٹ  
 اسنے لاطینی شعر کی کتابوں پر دئے ہیں وہ اوس میں اب تک یادگار ہیں۔  
 جہان جہان گیا وہاں کی زبان ضرور سیکھ لی۔ تقریر میں ایسا جادو تھا کہ چھوٹے  
 سے لے کر بڑے تک۔ ہر شخص اسکے ایک ایک لفظ پر فریفتگی کا ہر کرتا تھا۔  
 قمری اور ہر مافی زبانیں بھی سبکی آتی تھیں۔ جند محفون نے لکھا ہے کہ شیخ  
 جیلین نے ان کا نام دیا۔

جند محفون نے ان کی زبان بھی نہیں کہہ سکتا۔ ان کے کلمات ان کے ہرستان کے وہ ہیں  
 سی علم و کتاب کی نسبت ہوتے ہیں۔ اگر شیخ عالم تھا تو لکھی مہر رہتے تھے۔ اگر وہ نہیں  
 بہت تھے۔ ان کے کلمات بہت بڑے تھے۔ ان کے کلمات ہیں۔ یہ۔ جند محفون لکھی ہیں کہ  
 شیخ جہان جہان روستان میں۔ وہ صوبہ گورستان۔ ہرستان۔ گورستان۔ وہ  
 کہ۔ صوبہ ہرستان۔ جہان جہان کو طرہ سے صوبہ کی بانی ہیں جو پہ  
 نہ۔ ان کے کلمات نے مثبت با صی مشائے کے لئے نصیف کر کے چھک دئے ہیں  
 کہ صلیقہ بنا کر لی ہے اور جس جہلو پر سوچا جاتا ہے یہ ہر معلوم ہوتا ہے کہ جہان  
 شیخ سا بزرگ جامع العلوم نفس ایسی وہیات باتیں لکھتا۔ دوسرے ان ہرستان  
 کی مہیات شیخ کے مضمون سے لگا لکھانی ہے۔ جمنے جہان تک یورپین محفون اور  
 موزون کے احوال ہر مہیات سعدی کے بارے میں تلاش کے سب سے یہ ہی ہوتا  
 ہوتا ہے کہ یہ بھی ذات شریف کی کارستانی ہے۔ خوش قسمتی سے ہیں ایک ایسی چیز



ہین جو دوسروں کے نام سے اشاعت پا گئے ہیں۔ ارسطو اور قلاطون نے فلسفہ پر جو نئے نئے مسائل لکھے ہیں سعدی نے اپنے نہایت قابلیت سے لکھے مثنوی کی ہے۔ شیخ نے سیاست بہت کی۔ یوں خیال کرنا چاہیے کہ اسکی عمر نہایت کم ہو کرے سو برس سیاست میں گزرے۔ اور دنیا سے معلوم کے کل حصص میں کیا اپنے سفر نامہ میں پورا حال لکھا ہو۔ جب تمام میں گردش لگا چکا تو اپنے وطن نافذ میں چلا آیا۔ جب یہ شیراز سے بھجوری مجا ہوا تھا تو اسوقت مٹاؤن کی زبردستی آریک اور غیاث الدین کے حملوں نے شہر کو نیم جان کر دیا تھا۔ مگر اب وہ باتیں نہیں کہیں آتا کہ اب ابوبکر نے جاہل مولویوں سے شیراز کو پاک و صاف کر دیا تھا اور قاعدہ بھی تم کہ جب بڑا پا آ جاتا ہے تو ہر آدمی کو وطن یاد آ یا کرتا ہے ۵

حُب الوطن از ملک سلیمان خجستر  
نہ وطن از سنبل وریحان خوشتر  
یوسف کہ مبعرا بادشاہی سیکرد  
مے گفت گدا بودن کنعان خوشتر

شیراز میں جب پہنچا تو یہ اشعار و زبان تھے۔ ۵

ندانی کہ من در قایم غربت  
چرا روزگارے بگردم و رنگے  
برون فہم از سنگ ترکان کہ دیدم  
چنان در ہم افتاد چون سوزنی  
ہر آدمی زاد بودند سبک  
چو گرگان جو خوارگی تیز جنگی  
درون مردمی چون ملک نیک  
برون شکے چون ہزار جنگی  
چو باز آمد کشور آسودہ دیدم  
چنان بود در عید ازل کہ دیدم  
چنین شد و بادام سلف طویل  
جہان بر ز آشوب و تشویش و غل  
آتا کہ ابوبکر بن سعد زنی

یا ایک وہ زمانہ تھا کہ "دلہ از صحبت شیراز بکلی گرفت" اسکی زبان سے نکلا تھا  
 پھر تمام عمر شیراز سے نہ گیا۔ اب تک مقبوضہ زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے اور  
 ستیا جون کی سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے۔

## قصیدہ

آسمانِ راقی بود گر خونِ بیار و بزمین	یہ زوال ملک مستعصم امیر المومنین
او محمد گرو قیامت جو برآری سر ز خاک	سر آرد وین قیامت در میان غنچ
نازنینانِ حرمِ را خونِ ملکِ نازنین	ز استانِ بگزشت مارا خونِ لعل
ز بہارِ از دور گیتی و انقلابِ روزگار	در خیالِ کس گشتی کا چنناں گزرد و چین
وید و بردار کیہ دیدی شوکتِ بیتِ الحکم	قصیرانِ روم سر بر خاک و خاقانِ بزمین
خونِ فرزندانِ عمِ مصطفیٰ شد بخت	ہم بر آن خاک کہ سلطانِ خاوند و مومنین
بعد ازین آسایش از دنیا نیلایم شد	قید و انگشتی ماند جو بر خیزد و گلین
و جلدِ ختابست زین پس نہا شد و پست	ناکِ خلستانِ لطیفی را کند با خونِ عجمین
نوعِ لائقِ نیست بر خاکِ شہیدانِ روزگار	کسرتِ دولتِ مرادشان را بہشتِ برین
لیکن از رویِ مسلمان و راہِ حرمت	مہرمانِ رادلِ سبزو و در فراقِ بزمین
باش تا فردا کہ بینی روزِ داد و دستخیز	کہیمی بارو سے خونِ آلودہ بر خیزد
لکیرِ بر دنیا نہا بد کرد و دلِ برو نہاد	کا سامانِ گلے بہرست او برادرِ گلین
زورِ بازو کی شجاعتِ بر نیاید با جہل	چونِ قضا آید نماند وقتِ راسِ زمین
تسخیرِ ہندی بر نیاید روزِ عیا از نیم	شیرِ مرو سے را کہ باشد مرگِ پنهانِ زمین

جلد ۱۱ اس حصہ میں حضرت کی تجاہد کا خاکہ کھینچا گیا ہے۔ انصاف سے معلوم ہوتا ہے کہ دلی رنج میں دو جہ ہو چکے ہیں۔

نہایت بیادہست آریاکہ بزرگ و شریف  
 حملہ آوردن چہ سود آریاکہ بزرگ و شریف  
 سرگاسند از پے مودار دنیا جنگجو  
 اسے ہرا کر خود مندی چہ میران

## غزل

اے باد صبح دم خیز و طمان گوی  
 و صبح جلال آن بست نامہ بان گوی  
 بگذر ز شک و دہوشی سر زلف بیابا  
 و دشگر کن سخن زان ہسان گوی  
 بستم چشمت بوسے میانت کمر و  
 گرفت بینی این سخن زان دہان گوی  
 با بلبلان سوسنہ بال ضمیمہ من  
 چہ نام آن دو طوحی شکفتن گوی  
 صدی ز دست رفت بدستان زکا  
 نزو بکست سائب من این دستان گوی

قبض کا اعتراض ہو کہ شیخ مستصحب تھا وہ خود گلستان میں لکھا ہے۔  
 یکے ہو دو مسلمان خلاف جو بہت  
 بیاناؤ خندہ گرفت از تراب ایشان  
 بد طعنت مسلمان گراں قمارین  
 درست نہایت ندایا جہود سے راہم  
 جو دشمن بہ تو بہت جو خرم ہو گند  
 اگر خلاف کہم جو ہوسہا غم  
 اگر رب یلہ بین یقین غم مہم رود  
 خود و گمان نہ بر بیج کس کہ ناوہ

ڈاقی پشیمس پسے ہی مذہب کو اچھا سمجھا کرتا ہے۔

اب ہم کچھ کلام انگریزی قالب کا بھی دیکھنا آئیں گے۔

CONTENTMENT.

From the Boston

Smile not, nor think the legend  
 That in old times a worthless bone

Such power in holy hands could gain,  
That straight a silver heap it shone.  
Thy alchemist Contentment be,  
Equal is stone or or to thee.

The infant's pure unruffled breast,  
No avarice nor pride molest:  
He fills his little hands with earth,  
Nor know that silver has more worth.

The sultan sits in pomp and state,  
And see the dervish at his gate;  
But yet of wealth the sage has more  
Than the great king, with all his store

Rich is a beggar, worn and spent,  
To whom a silver coin is thrown;  
But Freedom was not content,  
Though Ajam's kingdom was his own.



## ON TRUE WORTH.

Although a gem he cast away,  
 And lie obscured in heaps of clay,  
 Its precious worth is still the same;  
 Although vile dust be whirled to Heaven:  
 To such no dignity is given,  
 Still base when from earth it came  
 Other.

I saw the demon in a dream,  
 But how unlike he seemed to be,  
 To all of horrible we deem,  
 And <sup>all</sup> of fearful that we see.

His shape was like a cypress bough,  
 His eyes like those that Houris wear,  
 His face as beautiful as though

The rays of Paradise were there.  
 I near him came, and spoke—"Art thou?"  
 I said, "indeed the Evil one?"

No angle has so bright a brow,  
 Such yet no eye has looked upon.  
 Why should mankind make thee a jest,  
 When thou canst show a face like this?  
 Fair as the moon in splendour drest,  
 An eye of joy, a smile of bliss!  
 The painter draws thee wide to sight,  
 Our baths thy frightful form displays;  
 They told me thou wert black as night,  
 Behold! thou art as fair as day!"

The lovely vision's ire awoke,  
 His voice was loud, and proud his mien,  
 "Beleive not, friend," 'twas thus he spoke,  
 "That thou my likeness yet hast seen;  
 The pencil that my portrait made,  
 Was guided by an envious foe;  
 In paradise I man betrayed,  
 And he, from hatred, paintst me so."

# حکیم ابوالقاسم منصور فردوسی

دنیا کو اپی سحر بانی سے حیران کر دینے والا فردوسی ہوس کے موضع شاہاب میں پیدا ہوا۔ فردوسی کا باپ مولانا فخر الدین احمد بہت بڑا عالم اور مذہبی پیشوا تھا۔ فردوسی کے باپ نے اسکے پیدا ہونے پر خواب دیکھا کہ منصور ایک بلند کو ٹھہرے چڑھ گیا۔ اور قبلہ رو ہو کر سجدہ کیا اور غزوہ مایہ چاروں طرف سے وحبالی صدر مشرق بہت ہوئیں۔ یہ خواب دیکھ کر اوسکی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ شیخ نجیب الدین سیر کے پاس گیا۔ بہ شخص تعبیر کہنے میں بہت مشہور تھا۔ معبر نے کہا کہ منصور کے آئینہ قسمت بہت زبردست ہے۔ اور اس کے قلم کا شہرہ اکثاف عالم میں بلند ہو گا۔ یہ سب دیکھ کر فردوسی نے خود کو طبیعت میں ماؤ

شاہی چنبہ ہی سے ودلیت کر دیا تھا۔ بچپن میں اسکا دل بہتے ہوئے دریا موسم بہار اور خنجر کے سبزہ میں لگتا تھا۔ اور وہ قدرتی منازل کو بڑی دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے باپ ہی سے پائی۔ اوس کے بعد علامہ قطب الدین مشقی کے سامنے زمانو سے شاگردی پڑ گیا۔ معمولی تعلیم کے بعد قرآن حفظ کرنا شروع کیا۔ مگر خدا معلوم کونسی وجوہات پیش آئیں جنکی وجہ سے اسکی ارادہ کو پورا نہ کر سکا۔ غلط سمت میں لگتا ہے کہ فردوسی نے نصرت کلام الہی کرنا تھا۔ مگر اسکی کوئی وجہ نہ تھی کہ پورا کیوں نہ حفظ کیا۔ علامہ قطب الدین

کے بعد خواجہ ناصر الدین طوسی سے ریاضی پڑھی۔ علوم دین تحصیل کرنے کے بارہ مہینے صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہی کہ خلف علماء سے پڑھا اور جون جون عمر پڑھتی گئی شاعری کا شوق پیدا ہوتا گیا۔ کبھی کبھی آسادی طوسی سے بھی صلاح لیا کرتا تھا۔ ایک دن فردوسی اپنے دوست محمد شکی نے کہا پاس بیٹھا ہوا گزشتہ شاہان ایران کی تاریخ کا ذکر کر رہا تھا۔ محمد شکی نے کہا اگر تم دانتھتہ کرنے پر کمر باندھو تو یہ کام تھکائے دوام رکھنا ہی۔ فردوسی نے کہا کہ یغیاں میرے دل میں کئی ماہ سے جاگزیں ہیں مگر افسوس کہ تاریخ نہیں۔ محمد شکی نے خوش ہو کر کہا کہ تاریخ میرے پاس ہے بسم اللہ کر کے شروع کیجئے۔

فردوسی اس کتاب کو میکہ مسرت انیز خیالات میں دو باہوا شیخ محمد شوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو اس زمانہ میں بہت بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے گیا اور نہایت ادب سے اپنا مقصد عرض کر کے دعا کی درخواست کی۔

بزرگ شیخ نے فردوسی کے حق میں دعا کی اور ایک سفارشی رقعہ ابو المنصور حاکم طوس کو جو شیخ رو کے مہربان خاص میں سے تھا لکھ دیا۔ اس خط نے فردوسی کو اوج پر پہنچا دیا۔ اور حاکم طوس نے ایسی ہی جلیل القدر شاعر کی قدر کی جیسے ایک شاہ کر سکتا ہے۔ فردوسی نے بہت جلد حسب الارشاد ضحاک اور فردیون کی داستان نظم کر کے پیش کی۔ ابو المنصور کو بہت پسند آئی۔ انعام و اکرام دیکر آگے کھٹنے کے واسطے ارشاد ہوا۔ فردوسی نے ابھی تمہیں حکم نہ کی تھی کہ حاکم بوصف کا دہ دو قولج سے انتقال ہو گیا۔

فردوسی کو اپنے سرپرست کے گھر جانے کا بہت صدمہ ہوا چنانچہ وہ شاہنامہ

اپنے رنج کو مندرجہ ذیل غمناک الفاظ میں ادا کرتا ہے۔

چنان نامور گم شد از سخن	چو از باد سر و سپی در چمن
در بیخ آن کمر بستہ آن گرد گاہ	در بیخ آن کئی پیر زبالا سے شاہ
گرفتار دل زوشده ناسید	روان لرز لرزان بگردا سید
ستم باد بر جان آمانہ و رسال	کجا بن شاہ شد بد گال
بکے پسند آن شاہ یاد آورم	نہ کسری روان سوے داد آورم
مرا گفت کاین نامہ سب پر	اگر گفتہ آید بستان سپا
دل بن گفستار اورا غم شد	ردا غم بدین شاد و پر رانم

ابوالمصور نے وقت فردوسی کو وصیت کر گیا تھا کہ جہان نامک ہو سکے سلطان محمود غزنوی کے پاس جانے کی کوشش کرنا۔ وہ ایک قدر دان بادشاہ سب سے عزت افزائی کر گیا۔ فردوسی نے یہ بات رومین باندہ دل۔ ابوالمصور کے بعد سلطان خان تورنطوس مقرر ہو کر آیا۔ خود دسی اوس سے ملا۔ اوس نے بھی غنی خانے کی ہدایت کی۔

عظیم سمرقندی نے ایک اور وجہ بھی غنی جانے کی کھپی ہے مگر وہ قابل قیاس نہیں جو اس نے ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں۔ عرض فردوسی غزنوی روئے ہوا۔ غزنوی میں اوسکی آمد کی زبان اور کمال کا شہرہ پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ غنہ بی۔ ردولک۔ عتجبدی وغیرہم کو جو دربار سلطانی کی زینت تھے ازراہ حسد فردوسی کا نا ناگوار گزرا۔ اور انہوں نے ایک خط فردوسی کو لکھا کہ تم یہاں آکر کیا کرو گے جب ہماری ہی قدر نہیں ہوتی۔ تو تمہاری کیا غت ہوگی۔ یہ بیچارہ محض پیغمبر ہر ات میں

مقیم تھا کہ یہ خط ملا۔ تمام قدردانی کی سبب بن یاس کے ساتھ سہیل ہو گئیں۔  
اس انشاء میں فردوسی کی خوش قسمتی سے بدیع الدین میرنشی درباراء غفری غفر  
میں شکر رنجی ہو گئی اور بدیع الدین نے محض ان شعراء کو رکھ لیا جو اپنے کے لئے فردوسی  
کو سارا فریب کا مال لکھ دیا۔ اسنے خدا کا شکر کیا اور میرنشی کے رقعہ کے جواب  
میں پتین شعر شکر یہ کے لکھ کر خود بھی روانہ ہو گیا۔

گوش از سر و شمع ہے فردا ست      دلم گنج گوہر زبان از دہا ست  
چہ سبب بیزبان من غفری      گیاہ چون کث میش گلشن سہری  
زبہ دہشی باشد و کو دہ کے      کہ راست فردوسی زند رود کی

ان ہی دنوں میں سلطان محمود نے سات شعراء دربار کو تاج مولیٰ عظم نظر کر نیکا  
مکرم دیا تھا اور ہر شاعر جان لڑ رہا تھا۔ ناظرین کی واقعیت کے لئے ان ساتوں  
شاعروں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ غفری۔ فرخی۔ زینبی۔ حسینی۔ چنگیز  
فرخی۔ ترغی۔ واقعی یہ شاعر اپنے فن کے استاد اور آسان شاعری کے ستارے  
تھے۔ مگر تاج عظم کا منظم کرنا فردوسی کی قسمت میں کھاتا۔

سلطان محمود کا دربار نہ صرف شعراء ہی سے بھرا ہوا تھا بلکہ اس میں بہ علاء الدین کے  
ماہر جمع تھے۔ مورخین نے بقای دوام کا تاج اس بادشاہ کو بھی پہنایا ہے اور  
اُس کو قدردان سلاطین کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ فردوسی منزلیں طے  
کر تاج اغزی پہنچا۔ اور ایک باغ میں مقیم ہوا۔ اتفاقاً وہاں غفری عجبی  
فرخی۔ یہ تین شاعر بیٹھے ہوئے اپنے کام کو انجام دے رہے تھے۔ فردوسی  
بھی وہیں چلا گیا۔ ان تینوں کو ایک غیر شخص کا محل ہونا برا معلوم ہوا۔ مگر لکھنا

بھی خلاف تہذیب تھا۔ جینوں نے صلاح کی کہ نووارد کو محکمہ استعماریہ کے پاس لے جائیں۔  
اگر پورا اور ترسے تو خیر۔ ورنہ ذلیل ہو کر خود چلا جائیگا۔ اسے بن فردوسی  
نے بھی سلام علیکم کی چٹاچٹا دھونے اپنا گڑا ہوا سفید بہ ان الفاظ میں بیان  
کیا کہ۔

”ہم جینوں بادشاہی کے تائید سلاطین عجم منظوم کر رہے ہیں جسے تین مصرعے  
تو موزون کر لے ہیں۔ چٹے کی تلاش ہے۔ فردوسی نے کہا فرما لے میں بھی  
سنوں۔ شاید مجھے موزون ہو جائے چٹاچٹا دھونے نے صوبہ ذیل مصرعے  
پڑھے۔

عنصری۔ چون عارض تو ماہ نباشد روشن

فرخی۔ اسدِ غنیمت گئی نبود در گلشن

عسجدی۔ فرگات گزے کیے کشتہ در جوشن

فردوسی نے فی الملبہ کہا۔ مانتہ۔ مزان۔ غیر و جنگ پیش  
یہ سننے ہی سب متعجب رہے اور انہوں نے کیو ادیشن کی مہلیت دریافت کی

فردوسی نے پورا واقعہ سننا دیا۔ پھر انہوں نے شاعری پر دقیق سوالات کئے  
اُس امتحان میں بھی فردوسی پورا اوترا۔ اثنائے گفتگو میں انہیں معلوم ہو گیا  
کہ یہ فردوسی ہے۔ جب تو رہے ہے اس ادیبی غائب ہو گئے۔ انہوں نے

کو شش کی کہ فردوسی دربار میں بار بار نہوتے پائے۔ اور مروج الدین بھی  
انہ قندار ہو گیا۔ ناچار فردوسی سبزی میں مقیم ہو گیا۔ شدہ شدہ خیر  
سلطان کے معاصی غاص اہل کے بھی کو شکار ہوئی۔ وہ آباؤ اجداد کے

سے ہاکمال شاعر کو اپنے گھر لے گیا۔ اور اطمینان لایا کہ ہر گاہ ہر سانس میں بھی  
 آپکی رسائی ہو جائے گی۔ تاکہ اس نے شعر کے دربار کے عاں سے بھی آکا دل لیا۔  
 آجکل فلان حصہ تاج کا نظم سہ ہر ماتی۔ فردوسی نے کہا کہ اگر میری رسائی ہو  
 تاکہ ہو جائے تو پھر شاعری کے جو ہر دکھوں۔ یہ واقعی بات ہے کہ اور شاہ  
 سونج سوئج کر اشعار موزون کر۔ تے تھے اور فردوسی اسی وزن کے فی الجہ  
 کد تیا تھا۔ شاہنامہ پر ایک نظر ڈال جائے کہ میں اور دکانہ بھی نیا لگا۔  
 ایک دن عصری نے دربار میں عرض کیا کہ جس قدر قصہ نظم ہو چکا ہے اجازت ہو تو  
 لیا جائے۔ سلطان نے اجازت دی۔ واقعی عصری نے بہت محنت سے دو قصہ  
 نظم لیا تھا۔ نوبت کا سہرا اسی کے سر پہ بندھا گیا۔ سلطان نے بہت کچھ انعام  
 اکرام دیا۔ تاکہ نے بھی یہ قصہ فردوسی سے بیان کیا۔ فردوسی نے کہا کہ اگر  
 آجکو دو تین شعر عصری کے یاد میں تو سنائے۔ تاکہ سننے پر یہ دو شعر نامائے  
 ہر آنگہ کرتش نہ شی تو بخون  
 برابہ دی از خنجر آگوان  
 زمانہ بخون تو تشہ شود  
 انام موسے ہو بہر شود

یہ اشار اس موقعہ کے ہیں جب بسم نے دھوکہ دیکر سہراب کو بھجوا دیا۔ اس وقت  
 سہراب نے یہ حسرت ناک الفاظ کہے ہیں۔ فردوسی نے کہا اگر آپ صلاح دین  
 تو میں بھی رسم سہراب کی داستان نظم کروں۔ تاکہ نے کہا کہ کہے پس میں کیا  
 فردوسی نے تاج و کلائی۔ تاکہ بہت خوش ہوا کہ آپ ضرور داستان نظم کجے  
 فردوسی نے چند روز میں واقعہ نظم کر کے حوالہ کیا۔ اور تاکہ نے موقعہ پر سلطان  
 کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کے اشعار ہیں



”مکہ درگ یا فردوسی کہ مجلسِ ادا چون فردوسِ سنور ساختی۔“  
 ایک عظیم الشان حکمران کی زبان سے یہ الفاظ بہت بڑا پایہ رکھتے ہیں۔ اور اس سے  
 ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس قدر شناس تھا۔ سلطان نے حکم دیا کہ فلان محل جو ہماری اگلا  
 کے قریب ہے فردوسی کے واسطے آراستہ کیا جائے۔ فردوسی نے یہ بھی خواہش ظاہر  
 کی کہ اُس جگہ سب آلاتِ حرب اور شاہانِ ہستان ایران کی قد آدم بقویرین بھی  
 کی جائیں۔ سلطان نے حسنِ مہندی وزیر کو حکم دیا کہ فاضلِ شاعر کی ہر خواہش پوری کی جائے  
 اب فردوسی ساہنامہ تصنیف کرنے بیٹھا۔ سوائے ایاز حسنِ مہندی اور چند خدمتگاران  
 کے اور کوئی جاننے نہ پاتا تھا۔

آیاز فردوسی کو باپ کہا کرتا تھا اور فردوسی جی اوس سے بیٹوں کی طرح محبت کرنا  
 تھا۔ سلطان نے حکم دیدیا تھا کہ جب ہزار بیت ختم ہو جائیں فوراً ہزار اشرفیاں دیدی جائیں۔  
 کریں۔ یہ ہزار اشرفیاں وہ تین جو تنخواہ اور اجرت تصنیف کے علاوہ بطور انعام دے  
 جانے کا حکم تھا۔ اس طرح فردوسی نے ۳۵ برس کی محنت میں ساٹھ ہزار شعر پر شاہِ نامہ ختم  
 کیا۔ اس ۳۵ برس میں سلطان کے دل پر حسنِ مہندی و دیگر مخالفین نے مخالفت کے  
 سکتے جمائے۔ مگر غلغلہ اور فضاں محو پر ذرا اثر نہ ہوا۔

غرض جب شاہِ نامہ مکمل ہو گیا۔ تو سلطان نے حکم دیا کہ ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کو  
 دیدی جائیں۔ اسکے علاوہ اور انعام و اکرام سے غلغلہ و غیر علیحدہ دربار میں عطا ہو گا۔  
 پھر سلطان نے نہایت جوش میں کہا۔ ”از ابتدا سے بطور مناعت شعر تا کہین کے  
 بدین طرز و اسلوب سخن خوب نگفتہ و بیج جو اہل لالی کلام موزون بدین طرز نہ شنختہ۔“  
 کہ گوید چنین نظم چون دیوان کہ گوید چو نوبی اندر دیوان



یہ روپے بھی نیچے۔

ایاز یہ تقریر سنانے پر افسردہ ہوا اور اس نے حاکم سلطان سے عرض کر دیا۔  
سلطان نے حسن ہیندی کو بلا کر گرم گرم الفاظ میں کہا۔ "اے غصہ بردار! میں تم کا  
عرض مارا عرضہ تونج و تغریب شعر ساختی۔ دباواغ کو پیش و نام در زبان آن طائفہ  
اندختی۔"

بات بنادینا تو حسن ہیندی کے بائیں ہاتھ کا کام تھا عرض کیا۔ "صلو بادشاہان از کید و  
نامہ درم مساوی ست۔ اگر شمشاد فاک از حضرت سلطان بدو فرستادند بایستی  
کہ از روئے اغوا و لوگرام از اسجاسے جو اہر در باصرہ کشیدے۔ و بساط رقابت  
و حماقت بسیر پنجم ادبے کیا ست در نور ویدے۔"

سلطان پر اس تقریر نے جادو کا کام کیا۔ اور وہ سوج گیا کہ فردوسی سخت گستاخ اور  
بے ادب ہے۔ کہا۔ "آن قمر علی را با ہاد در باے پیل اندازم و محبوب اورا عبرت  
سار بے ادبان سازم۔"

ایاز نے فوراً یہ خبر فردوسی کو پہنچائی اور کہا خبر اس میں ہے کہ صبح کو سلطان کے قہر  
گر کے خوف و نفیر کرا لے۔ ورنہ تیرا سر اور ہاتھ کا پیر ہو گا۔ دوسرے دن فردوس  
ستے یہ ہی کیا کہ جب سلطان فجر کی نماز پڑھ کر بلخ میں ٹہل رہا تھا اپنی جائے قیام کو  
نکل کر جو سلطانی سیر گاہ کے قریب غنی مجموعے کے قدمو نیز گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔

تاسد ان در حضرت بادشاہ چنان عرض کردہ اند کہ منہ از قمر وسط و درواخت  
تھا کہ غلاف نمودہ اند۔ این منہ درایکے از ان طائفہ شمارند و خطاب قتل و  
مذبح از سلطان تاجان بردارند۔

چو در ملک سلطان کہ خوش بود  
 بے بہت ترساہ گہر و بیہود  
 کز ایشان جہنم کفایت  
 زر و مال خون شان حایت کنند  
 کہ قصد در غسل و پیش قرار  
 شد و این از گردش بندگا  
 چہ باشد کہ سلطان گردن شکو  
 زہے را شہاد دیکے از گروہ  
 سلطان محمود کے غصہ پر پھر اوسکی قدر دانی نے غلبہ کیا اور تمام غصہ فرو ہو گیا۔ اٹھاکا  
 فردوسی کو گلے لگا لیا اور کہا جو سختی تیرے ساتھ ہوئی ہو اوسکی معافی چاہتا ہوں۔  
 اور جو بے ادبی تو نے کی ہو اوسکو معاف کرتا ہوں۔ فردوسی اپنے خیام گاہ پر  
 واپس آیا اور دسین سوچا کہ میان کا کچھ اعتبار نہیں۔ ذرا سی دیر میں تولہ ذرا سی  
 دیر میں ماسنہ۔ سلطان کے فرام کا کیا ٹھیک۔ گاہے بہ سلائے بر خند گاہے  
 بد شہنامے خلعت دہند۔ نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ کئی ہزار شعر جو شاہنامہ  
 میں شامل نہ کئے تھے پھاڑ کر جلادے اور اماز کو ایک لٹافہ دیکر ہدایت کردی کہ  
 بیست دن کے بعد سلطان کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اور آپ بادل ناخواستہ  
 مات کے وقت چلدا۔ جامع مسجد غزنی میں دیوار پر یہ دو بیتیں جاسے وقت لکھ گیا۔  
 خجستہ در کہ محمود ذوالی در پایا  
 چو غوطہ از دم قازدین نہ بدیم  
 چگونہ دریا کا نرا کرانہ سببیت  
 گناہ بخت فستاین گناہ و بخت  
 بیست دن کے بعد ایاز نے فردوسی کا لٹافہ سلطان کی خدمت میں پیش کیا کہ بول کر دو  
 ترک لکھا ہوا تھا۔

ایاشاہ محمود کشورک شہ ہے  
 کہ پیش از نہ شایان فرمان  
 ترکس گر نہ تری بہ ترک خود  
 سبب تا بعد ازین کہ سبب گنہ

اگر شاہ را شاہ بود سے پدر بسر بر نهاد سے مراتب نہ

شعر و بہت میں گز خوف طالت اتنے پر ہی اکتفا کیا گیا۔

فرنی سے بچنے کے بعد فردوسی جابجا پھرتا رہا۔ مگر جہاں گیا، وہاں کی کال نے قدر کر لی۔ آخر اندوشریف میں خلیفہ کے یہاں نہایت عزت اور حرمت سے پہنچا اور یقیناً نہ مہین بسر کرنا ارادہ کیا۔

اس کے بعد چڑھے جب گرفت قفس ہوئے۔ آخر سلطان محمود انارکٹر برانے نے اس کی محنت اور ۳۵ برس کی ہاتھ پاؤں کی یاد کر کے ساٹھ ہزار شہ فیض مسعد معذرت نامہ کے بہ چین۔ اشرفیوں سے پہلے معذرت نامہ پہنچا دیا۔ فردوسی نے غزاکا شکوہ کیا۔ ابھی زمرہ دے گئے۔ اے میں چند روز باقی تھے کہ فردوسی ایک شاہرہ پر جا رہا تھا جہاں اسے ایک بچہ کی زانیہ شوسہ۔ حمایت جوت و وزیر میں پڑتا تھا جا رہا تھا۔

اگر شاہ را شاہ بود سے پدر بسر بر نهاد سے مراتب نہ  
سُننے ہی فردوسی کے دل پر ایک گونہ لگا۔ تمام غور زبانی اور پہلو کی جو سلطان کے ہاتھ اور غنائی نہیں یاد آگئیں۔ دماغ پر ایسا اثر ہوا کہ بیہوش ہو گیا۔ منہل ایک دن گیا۔ بھلا وہ ہلا کر دفن کرنے چلے تھے کہ اشرفیان چوٹیں۔

کی خبر سے جب لگ گئی تھی بھاؤ تو یہ اسے اس خوش بیان کا پشیمان  
یہ اشرفیان مروجہ شاعر کی بہن کو دیدی لکین۔ جس نے اپنے بھائی کا غمگین  
مقبور نما ملاح اور گز ادس کے جتنے نہر نہادی۔ حکم نامہ خسرو ملوی کے زمانہ ملک  
وہ مقبرہ موجود تھا۔ اس غمگین شاعر کی زندگی یوں ختم ہوئی۔

## انتخاب از شاهنامه

(The Garden of the daughters of Afrasiab  
 Look forth, companions, east as far you may  
 Where yonder many-colored plain extend  
 Ah! in my breast what sweet emotions rise,  
 Behold how each soft charm of nature  
 Into one glorious whole; - grove, mead, <sup>blonds</sup> and  
 A fit abode for heroes it might seen! <sup>stream-</sup>  
 The tender silken grass invites the tread,  
 With musky odour breathes the sunn-  
 Pure waters glide along their perfumed bed  
 As though the rose gave them the essence rare  
 The lily stalk bends with her fragrant <sup>flower</sup>  
 The lustre of the rose glads every bower.  
 The pleasant walks with graceful pace <sup>along</sup>  
 Soft doves and mournful nightangles <sup>are</sup>  
 Charming the silence with a mingled <sup>song</sup>  
 And murmurs from the cypress-boughs <sup>reply</sup>  
 Oh! never, never, - long as time shall last, -

May shadows o'er these ~~beautiful~~ scenes be cast  
 Still may they in eternal splendour glow,  
 And be like Paradise, as they are now!  
 There, in gay groups, beneath the trees, beside  
 Those streams that through the vales in <sup>mass</sup> ~~glide~~  
 Lovely as fawns, beautiful as day,  
 Are maids who wander on in sportive play.  
 A Persian's daughter there, Manazha bright,  
 Make the whole garden like the sun-<sup>ably</sup> ~~light~~  
 Notices majesty, midst the graceful throng,  
 Her sister, fair Kuttara sweet and young,  
 She decks the plain with beauty as she goes,  
 Before her shrink, ashamed, the <sup>the rose.</sup> ~~jasmine and~~  
 And there are Turkish maids that near her <sup>to</sup> ~~hem~~  
 With forms like cypress boughs that <sup>ne'er</sup> ~~leap~~  
 Locks dark as <sup>dark</sup> ~~mask~~,— and see! each veil <sup>close</sup>  
 Eyes filled with sleep, and cheeks all full <sup>of roses!</sup>  
 Shall we not, friends, turn for a single <sup>day</sup>  
 Check, for so great prize, our onward way?

Stead to those bowers, make the bright  
 And bring the lovely prey to Khosrou's throne,

# خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی

معزز شعراء مجسم میں خواجہ حافظ شیرازی۔ اپنی سحر بانی اور شیرین کلامی کی وجہ سے  
 بلند پایہ گئے جاتے ہیں یہ وہ شخص ہیں جنکے مبارک نام کو یورپین بڑی عزت سے  
 سراہتے اور پرنس آف لائبرک پوٹیس (PRINCE OF LYRIC POETS) کا  
 خطاب دیتے ہیں۔ قبولیت کلام کے واسطے یہ ہی کافی ہے کہ حضرت کے دیوان کا  
 انگریزی۔ فرانسیسی۔ جرمنی۔ اسپینی۔ لاطینی۔ ترکی وغیرہ میں ترجمہ ہو گیا ہے۔  
 اور ان زبانوں کے جاننے والے نہایت شوق سے آپ کی غزلوں کا مطالعہ  
 کرتے ہیں۔ تہ ولیم جوتس، سرجم دیوان حافظ و بیاجہ میں رقم فرماتے ہیں۔  
 "میں نے مشرقی زبانوں کے حاصل کرنے میں خوب ہی کوشش کی اور فارسی زبان  
 کے مصنفین کے کلام اور فصاحت کو اچھی طرح دیکھنے کا موقع ملا لیکن حج حلاوت  
 خواجہ حافظ شیرازی کے کلام میں بانی اور کسی کے کلام میں اتنا کلف نہیں آیا۔"

خواجہ صاحب کے دیوان کی تعریف کرنے سے میرا یہ فضا نہیں ہو کہ میں اور شعراء  
 مجسم کو اذیت لگے کہ سب سمجھتے ہوں۔ نہیں بلکہ حافظا جانہ اور باقی سب ستارے  
 ہیں۔ "توڑ گا رٹوں آت پرشیا میں سر اسطوارت فرماتے ہیں۔" بیسی



خواجہ حافظہ کے ایک معمولی شعر میں دنیا بھر میں کسی شاعر کی عمدہ پوری  
 نزل میں بھی نہیں ہے۔

خواجہ حافظہ رحمۃ اللہ علیہ شمس العالی کے جنوری مہینے میں فارس کے شہر شیراز  
 میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے انتہائی فقر کے طوبہ پر بسر کی۔ کبھی کسی امیر  
 یا بادشاہ کے پاس جیسا اکثر شعرا کا دستور ہے سوائے شاہزادہ یزد کے نہیں گئے  
 شاہزادہ اپنی خوب نیکی وجہ سے ایسا شہور تھا کہ حافظہ اس سے محبت کرتے تھے  
 اور وہ بھی مثال فرمانبردار خادموں کے اطاعت کرتا تھا۔ خواجہ صاحب کا انتقال  
 ۱۰۱۷ھ ہجری مطابق ۱۶۰۳ء عیسوی میں ہوا۔ آپکا فرار شیراز میں محارکین آباد

مصلے کے قریب ہے۔ جیسا آپ کے اس شعر سے ظاہر ہے۔  
 بدہ ساقی جو ابی کرد در حجت خواہی یا کنار آب رکن آباد و گلشن مصدا  
 تاریخ انتقال کسی صاحب نے لکھی ہے مگر نام تحقیق نہ ہو سکا۔

چند اہل معنی خواجہ حافظہ  
 کہ شمع بود از نور تجلی  
 چو در خاک مصلی یافت منزل  
 بجز تارخیش از خاک مصلی

خواجہ صاحب کے کلام کو بعض اٹنی من جنلی سمجھ میں یا تو مطلب نہیں آتا ہی یا اور کسی وجہ  
 سے پسند کرتے ہیں۔ زیادہ تر نہ سمجھنے کی وجہ ہے۔ اور ایک کثیر گروہ جس میں پوریا  
 اور ایشیائی ہیں بھی پسند کرتا ہے۔ انگریزوں کے یہاں شیکسپیر اور ملٹن دو آگے  
 زبردست اور قادر الکلام شاعر گذرے ہیں جنکی برابر انگلستان آج تک پیدا  
 نہیں کر سکا۔ لیکن خواجہ حافظہ کے کلام کے آگے وہ طفل مکتب ہیں۔ خواجہ صاحب  
 کا دیوان تمام مہذب یورپین زبانوں میں موجود ہے۔ مشرقی کشمیر اور ریونڈی

لکھتے ہیں کہ حافظہ رکھی یہ نغزل ہے

مطب خوش نوا گو تازہ بتازہ نو بنو

مشہور کو یاد ہے۔ خصوصاً مطربوں کو۔ انگریز اور فرنگی معجب کرتے ہیں کہ کس بلا کی خوبیاں حافظہ کے کلام میں آگئی ہیں۔ سنسکریٹ لکھتے ہیں کہ سبقت عریل

الگر آن ترک شیرازی بیت آرد دل درا بجال ہندوئن چشم سمرقند و بخارا

مشہور ہوئی تو امیر تمبور نے دیکھی اور خواجہ صاحب کو بلا کر کہا کیوں جناب میں نے تو کس محنت و مشقت سے بخارا۔ سمرقند فتح کیا اور اپنے ایک من پر بخش دیا۔

حافظ صاحب نے جربہ جواب دیا کہ جناب اسی ہی فیاضی سے تو میں نان شبینہ تک کو معائنہ ہو گیا۔

شیراز سے تھوڑے فاصلہ پر ایک مقام پیر سبز ہے۔ مشہور خاکہ پاشی شب

تک متواتر جو شخص یہاں عبادت کر گچا وہ دلی کامل ہو جائے گا۔ خواجہ صاحب نے آزمانے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانہ میں آپ ایک خوبصورت نازنین شمع نبات کے

عشق میں مبتلا تھے مثل فراد کے شہزادہ شیراز بھی آپکا رقیب تھا۔ دن بھر کو چہ

جانان کی خاک پہانتے اور رات کو پیر سبز پر عبادت کرنے۔ اونٹالیوین دن

ایک بزرگ سبز خچہ پہنے نشریف لاسے اور ایک پیالہ آپ کے منہ سے لگا دیا او

فائب ہو گئے۔ اسی وقت سے عشق حقیقی غالب ہوا۔ دنیا نظر میں پیچ صندوق

ہونے لگی۔ تمام خیالات ہاتے رہے اور جب ہی سے آپ نے شاعری شروع کی۔

زمانہ کی حالت کیا خوب بیان فرماتے ہیں۔

ایں چہ شوریت کہ بندہ دو بفری بنیم + ہمد آفاق ز پُر فتنہ و شرے بنیم

دست این را بجه جنگ ستا و جدان ملامت  
 پنج شفقت نہ برادر پر برادر دارد  
 ابلهان را بہ شربت زکلا بقت دست  
 اسب تازی شدہ مجروح بزیر پالان  
 ہر کسے روز بھی سے طلبہ از ایام  
 مرزا محمد علی صاحب نے اسی مضمون کو یوں لکھا ہے۔

بسران را بہ بدو پند ہے بہینم  
 پنج مہر سے نہ پند را بہینم  
 فوٹا وانا بہ از خون جگر ہے بہینم  
 طوق زین ہمہ در گردن خرے بہینم  
 شکل ابن ست کہ ہر روز بہتر ہے بہینم

یک نفس فارغ ز وسوسہ تنہا نیستی  
 گر بہ شد عتقان ہینک دیدہ ہوشمروم  
 میکند از ہر سر ہوتہ سفیدی را ہر  
 گر چہ دندان را ز نیشہ شیر تانی

از پریشان خاطرے یک خطہ نجاستی  
 ہم چنان چون کو دکان سیر از ناکہایتی  
 در چنین وقتے ہنک زاد جعبہ نیستی  
 جز خوف شدہ اسے تلخ گویا نیستی

لاہور کے ایک صاحب نشی محمد الدین خلیق نے حیات نازیب النساء میں خواجہ غلام  
 ادنیٰ مخفی کے کلام کا مقابلہ کیا ہے اور دکھلایا ہے کہ مخفی کا کلام آپ کے کلام کی برابری نہیں  
 اہل خون نے یہ کیسے لکھ دیا۔ ہم ایک غزل مخفی اور دوسری خواجہ غلام کی دیں کرتے  
 ہیں خود ناظرین انصاف کر سکتے ہیں۔ مخفی کا کلام بہت اچھا ہے مگر آپ کی برابری۔

(مخفی)

دروفا آئین رسم دوست داران را چہ شد  
 بوز فوسیدی ز پوسندہ حال من کہے  
 غلام بیدادی درین دنیا کو دو ان نہ  
 ویکستان اسیدم کیلے سیر نیست

من اگر دیوانہ گشتم ہوشیاران را چہ شد  
 نجم شینا تم کعبہ رفتہ و یار ان را چہ شد  
 مخفی جہنم طرز سنگ باران را چہ شد  
 آہ کار بھای ایام ہب اران را چہ شد

از زمین دل نگرید گیاره  
نیست محبوبی که یابد رونق بازار عشق  
از محبت ناله و زاری نمی آید گوش

ابر حرمت اچ پشیم آمد بهاران راچند  
طره شبگون و من کلعداران راچند  
تغفیا خارا شکاف کوه بهاران راچند

### (حافظه)

باری اندر کس نجیبیم یاران راچند  
آب حیوان تیره گون شد خضر فرخ کز نبات  
صد بهاران گل شکفت و باک نمو بهشت  
صل از کان حرمت برآید سالهاست  
زهر و ساز خود نمی گپد و مگر خود شنید  
کس نمی گوید که بایست دشت حق و حق  
گوئی فتن و سعادت در میان فتنه اند  
حافظ اسرار الهی کس نمی داند خوش

دوستی کو آخر آمد دوست بهاران راچند  
خوان حکیم از شغل باد بهاران راچند  
منه بهاران ز پشیم آمد بهاران راچند  
با سحر نه نشید و سحر ابر بهاران راچند  
کس نمی رود شوق سحر می گسار ان راچند  
حق شناسان راچند حال فتنه بهاران راچند  
کس به یار دوست آمد و سحر ان راچند  
از که می برسی که دور روزگار ان راچند

### (قطعه)

سال خال مال محال و من و نیت  
سال خرم فال نیکو مال و افر مال خوش

بادت اندر هر دو گیتی بر باد و برود  
من ثابت من باقی تحت عالی نیت

### (رباعیات)

جز نفش تو در نظریا به مارا  
خوش آمده خواب جمله را در دیده

جز کوئی تو ره گذریا به مارا  
حقا که بچشم در نیاید مارا

Her eyes, like moon beams glowing,  
Cast light enough around :  
And well all odours I can spare,  
Who sent the perfume of her hair.

The honey-dew thy charm might borrow,  
Thy lips alone to me is sweat;  
When thou art absent, faint with sorrow  
I hide me in some lone retreat.  
Why talk to me of power or fame,  
What are those idle toys to me ?  
Why ask the praises of my name,  
My joy, my triumph is in thee !

How blest am I ! around me, swelling,  
The notes of melody arise ;  
I hold the cup, with juice excelling  
And gaze upon thy radiant eyes.  
Oh Hafiz !—never waste thy hours,

Without the cup, the lute, and love!  
 For 'tis the sweetest time of flowers,  
 And none these moments shall reprove  
 The night angles around thee sung,  
 It is the Joyous feast of Spring.

(The Season of the roses)

String the lyre!—has Fortune ever  
 Given to men of worth their due?  
 Then since war is all endeavour,  
 And we scorn her malice too,  
 Why should we refuse to share  
 All the joys these hours prepare?  
 Now the air is filled with mirth,  
 Now the roses spring from the earth;  
 Now they blown, but now alone,—  
 Fear not, though the wise reprove;  
 Ere their soft perfume be gone,  
 Raise the soul to verse and love.  
 Oh Hafiz! it were shame to say,

— In night angles like us, 'twere treason  
That we, who make the magic lay,  
Sang not to the rose's season.

## مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ

ایشیائی شاعری اور قصوں کے درمیان مولانا جلال الدین محمد رومی اگر مولانا ظہری جانی۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہم کی برابر بٹھایا جائے تو بجا ہے۔ مولانا بلخ صوبہ خراسان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے پدر بزرگوار کا اسم مبارک مولانا بہاؤ الدین تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب خراسان کے تختِ حکومت پر خوارزم شاہ سازب دوست حکمران برقرار تھا۔ مولانا کے والد خراسان کے زبردست اور صوفیاء و عظام میں سے تھے۔

فارس کے اطراف کے لوگ آپ کے وعظ و نصیحت کے شائق ہو کر آیا کرتے تھے آپکا انتقال ۳۲۰ ہجری میں ہوا۔ بعد ازاں مولانا جلال الدین محمد رومی قدس سرہ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ جیسے قادر الکلامی اور شاعری میں مشہور تھے ویسے ہی قصوں اور اسرار الہی میں اپنے والد کے قدم بقدم الولد سرفراہیہ کے مصداق تھے بائین مختصر اور کم لیا کرتے تھے۔ آپ شباب کے زمانہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ

شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ نہایت محبت سے حضرت شیخ نے آپ کے حق میں دعا کی۔ آپ مولانا شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بنے اور مرید ہی کیسے اپنے پیار کے۔ مولوی محمد کبیر صاحب تلمیذِ مولانا

میں کہتے ہیں کہ جب مولانا شبیر الدین تبریزیؒ بلخ میں وارد ہوئے۔ مولانا رومی  
 چکر خود صاحب باطن اور مولانا شمس الدین کو پہچاننے والے تھے اس لئے بروقت  
 ساتھ رہا کرتے تھے۔ لوگوں نے حضرت شمسؒ کی ظاہری خدمت دلت کیجے کر سہرا  
 کیا کہ مسلمانوں کے قاضی کو ایک خیر مت پرغ شخص کے ساتھ نہ رہا چاہیے  
 چنانچہ ہندو باطلون نے جنمیں مولانا رومی کا لڑکا جی تھا حضرت شمسؒ کے شہید  
 کرنے کا ارادہ کیا۔ اور دور نام کے دولت خانہ پر جن ہو کر آئے۔ آپ کو ٹھہری  
 میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ اُن سمجھتے تھے کہ یہ ایک نے آؤ رہی۔

حضرت شمسؒ نے فرمایا کہ مجھے شہید کرنے کو بلائے ہیں۔ اوداعاً جون ہی باہر  
 تشریف لائے ایک شخص نے چھری ماری۔ آپ کے منہ سے نعرہ نکلا وہ مرنے  
 لگی بیوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب ان تہ ہوا تو دیکھا کہ سوسے چند قطرہ خون  
 کے اور کچھ نہیں۔ مولانا رومؒ نے بیٹے کے حق میں بد دعا کی اور اس کے جنازہ نہ نہ  
 نہیں شریک ہوئے۔ مولانا رومؒ کا کلام نہایت دہلیز اور پچسپ ہے۔

مشرقی زبانوں کے عام سرولیم جنس کہتے ہیں ”مولانا رومؒ“ کا کلام ایسا  
 دقیق اور تصوف سے بھرا ہوا ہے کہ سوائے حافظہ کے اور کسی کو براہری کی غرت  
 نہیں دیکھا سکتی۔

مولانا رومؒ نے اپنے پیر کی بہت تعریف کی جو چنانچہ مندرجہ ذیل غزل میں بھی ثابت  
 رکھی ہے۔

## غزل

مذاق عاشق دارم پئے دیدار میگروم

نہ من ہیو وہ در ہر کوہ و بانار میگروم



Which the loved one's foot hath pressed,  
 "Though it be a fairy space,  
 Wide and spreading is the place;  
 Though 'twere but a barren mound,  
 "Would become enchanted ground.  
 "With thee you sandy waste would seem  
 The margin of Al Cather's stream;  
 And thou canst make a dunn's gloom  
 Abower where new-born roses bloom."

## مولانا عبد الرحمن جامی قدس سرہ

حضرت یوسفؑ و زلیخا کے عشق و محبت کی کہانی لکھنے میں اکثر شعرا نے طبع آزمائی کی ہے لیکن جو خدا و فصاحت - دلچسپی اور اثر مولانا جامی کی یوسف و زلیخا میں ہے وہ کسی کو پاسنگ برابر بھی نصیب نہیں ہوا۔ گو مولانا کا طرزِ فردوسی سے ملتا جلتا ہے مگر ایک بات جو مولانا میں تھی اس کی فردوسی کو ہوا بھی نہیں لگی۔ وہ بات کیا تھی ؟  
 بصورت : بھلا فردوسی کو اس سے کیا پس۔ آجکل کی تحقیقات نے تو فردوسی کو دائرہ اہلام سے ہی خارج کر دیا ہے۔ خیر جو کچھ ہو مگر اس کے کمال میں کلام میں

نرالی بندش اور بنیاطرز جو اسے شاہنامہ میں برتا ہے اسکی برائی کی  
 تکریم۔ البتہ اس زمانہ میں غالب مروج نے وہی رنگ اختیار کیا جسکی  
 تصانیف میں عربی الفاظ کو دخل نہیں دیا۔

مولانا جام رمضان خراسانی پیدا ہوئے صوف میں معون مہل قلی  
 لڑات دنیا سے متنفر ہو کر ریاضت اور مجاہدہ میں بسر کرتے تھے اور تمام سبب  
 دنیاوی سے قطع خلق کر کے ہرات کی مسجد میں قیام کر لیا تھا۔ جو کوئی زیارت کا  
 شائق جاتا تو سحر بیانی سے ایسا موثر ہو جاتا کہ اسکا اثر اپنے آپ میں ہمیشہ پاتا  
 مولانا کا انتقال ۱۲۹۶ء میں ہوا آپکے انتقال کا صدہ تمام ہرات کو ہوا۔ خود  
 سلطان حسین فرخاںرواسے ہرات اور تمام وزراء و اہلکار آپکے جنازہ کے ساتھ  
 اور ہر فرد ہرنے مٹی روم ادا کین۔ آپکا ماتم عام طور سے ۲۰ یوم تک رہا اور  
 خواجہ علی شیر نے (سبکا ذکر یوسف زینا میں ہے) بیوجوگی تمام علماء و زواہد اس  
 گوہر گرانمایہ کے روضہ کا پتھر عیدتم نام رکھا۔ انک آپکا مزار زیارت گاہ ہے  
 حالانکہ انتقال فرمائے ہوئے پانچ سو برس ہوئے مگر آپکی شہرت کا آفتاب  
 آسمان کمال پر سبک رہا آپکی تصانیف کثیر اور ضخیم ہیں۔ اکسفورڈ یونیورسٹی میں  
 ہمیں بلدین اسوقت آپکے نتائج طبع کی یادگار موجود ہیں۔ یہ نگار آپکی تصانیف  
 تعداد میں ہائیں ہیں۔ بدین عالموں کی کوشش سے بقیہ آثارہ جلد دنیا کے لگنا  
 بعدین ہیں۔ زیادہ تر آپکی کتابیں حفاظ اسلام پر ہیں ایک نہایت عمدہ و خوب  
 بنام مہبت اور سبکدوش میں یوسف زینا بھی شامل ہے۔ مولانا کی تحفہ  
 مولانا زینا کی تصانیف اتمام فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک بدین نگارہ دلی

فصاحت من لا انتخاب یچی کتاب پر  
اب ہم کچھ غزلین لکھ کر اگر نیزی دوست زبانا میں سے انتخاب درج کر رہے

## غزل

باشعاع شمس یا آئینہ دلہا ست این  
یا مگر گلہ بستہ باغ جنان آرا ست این  
سنبیل تر یا سمن یا عنبر سارا ست این  
یا دہ بادام سیاہ یا لکڑی شہلا ست این  
یا بلبل حبیب یا ابرو سے ماہا ست این  
یا کلمت تازی ارم یا جنت لکھا ست این  
یا ذہن یا سیم یا طوطی شکر خا ست این  
یا فرشتہ یا پری یا شیخ یا پردہ ست این  
یا قمری یاغ جنان یا جانی شہید ست این

عاض ست این یا قمر الالہ حمیر ست این  
قامت ست این یا الف یا سر یا غل ملاد  
نہایت تو زنجیر یا فدا یا مشک ختن  
چشم تو جادو ست یا آہو ست یا ستیا خلق  
یا رب این حاققت یا جو بہ یا تو کس طرح  
کوی تو کعبہ ست یا فردوس یا اندر برین  
حقہ صل ست یا سر شہید اب حیات  
یا رب انشاۃ تبتا یا ست یا ماہ تمام  
بلبل ہے نہان یا طوطی شیرین نہان

## دیگر

بردست این بار باشت و آواز آورده ام  
گرچہ از شرمندگی روی سیاہ آورده ام  
ہستم آن گھر کہ اکنون مدبراہ آورده ام  
ابن سہ بردہ می خفت گواہ آورده ام

یا شفیع اللہ زمین بارگینہ آورده ام  
چشم حسرت پر کشا سو سفید من گھر  
آن سنے گویم کہ بودم ساہبا و زانو تو  
مخبر تو چہ تلمیذی و دوستی و دلجوئی و فدو

زین به پر یاخت پناه آورده ام کرده استانی زبان خورشید را سوی فردوس بپای خود گسیخته ام	و یون و زین و کین مثل جلا آید این گرد روی سحر است گدازد گدازی را بسته ام بر یک گوشه غایتان می
--	---

## انتخاب از یوسف زلیخا

### Zuleika's Dream.

The ravens of the night were hush'd.  
 The bird of dawn began his lay,  
 The rose-bud, newly awakened, blush'd  
 To feel the touch of springing day;  
 And bade the roses round uncoil,  
 Roused by the warbling nightingale,  
 The jasmine stand all bathed in dew;  
 Wet were the violet's lids of blue.  
 Zuleika, fairer than the flowers,  
 Lay tranced - for 'twas not a sleep that stole  
 Her senses, through the night's still hours,  
 And raised new visions to her soul.  
 The heart unfettered, free to love

---

Turned towards the idol of her love,  
No:— 'twas not sleep, 'twas motionless,  
Unbroken thought, repressed in vain;  
The shadow of the day's distress,  
A frenzy of remembered pain.  
But, midst those pangs, what rapture still  
The same dear form is ever there;  
Those eyes the rays of Aden fill,  
And odours of the blest distil  
From every curl of that bright hair!  
Elys smiles! such smiles as Houris wear  
When from their caves of pearl they come  
And bid the true believer share  
The pleasures of their sacred home.  
See, on his shoulder shines a star  
That glows and dazzles as he moves;  
She feels its influence afar,  
The gazes, worships, hopes—and loves!

LEULEKA'S ENTRANCE INTO MEMPHIS

---

Dawn upon the wide world broke,  
And the sun's warm rays awoke;  
Scattering o'er the cloudy sky  
Hues of rich variety:

Such bright tinting as illumines  
With its rays the peacock's plumes,  
And the parrot's feather bright,  
Touches with a stary light.

The Asis rides in kingly guise;  
Yon curtained litter holds the prize  
More precious than all wealth beside—  
His own, his young, his peerless bride.

Around, afar, of homage proud,  
In countless ranks his warriors crowd,  
Well may the lordly Asis boast.

The glories of his gorgeous host.  
Rich are the veils, profusely spread,  
That canopy the "fair one's" head;  
Like some delicious tree that throws

## انتخاب باعبات

از گردن چرخ معنوم نیست  
هر چند باز خویش در غم نگوم

جز رخ زان چرخ مو پس نیست  
عموگر نشسته و بیچ سر و غم نیست

دیگر

پیش ازین و توسل و نهاده بودت  
ز نهاده قدم بنواک آهسته نهی

گردنه فلک برائے کار بودت  
کال مرد و یک چشم نگار بودت

دیگر

یک برادر و ملک کاوس پیشت  
بر آله که دهنی بر سحر گاه زند

از تخت قباد و مملکت طوس پیشت  
از طاعت زاهدان سالوس پیشت

دیگر

ساقی قدمی که کار عالم غمیست  
عش باش زهرم پیش آید میان

کز شادی از و یک نفس آن نهریست  
هرگز نشود چنانکه دهنوا کس نیست

دیگر

بر آمد و باز بر سر سبز گریست  
امروز که این سبز نماند که پیست

بے باوه از خون سینه بایز نیست  
تا سبز و خاک نماند اگر کیست

دیگر

این کس را با بود که عالم نامست  
هنر نیست که داند و نمیدانست

آرام که این می و شام نیست  
تصویر است که کلبه گاه و ماه نیست

دیگر

رو به بچہ کر و شیر آرام گرفت  
امروز نگہ که گویا بهرام گرفت

آن قصر که بهرام درو بهرام گرفت  
بهرام که گویا گرفت بهرام

دیگر

تاریک دلم نور صفای تو کجاست  
ابن بیج بود لطف و عطا تو کجاست

من بنده عاصم رضای تو کجاست  
مارا تو بهشت گریه حاجت بخشی

دیگر

وز خویش جفا کند به اندیش من است  
وز نوش مخالفت کند نشیش من است

بیگانه اگر دلف کند خویش من است  
گر ز هر موافقت کند ترا یک من است

دیگر

وز بهر شست آستانه دارد  
گوشاد بزی که خوش جملان دارد

درد و هر آن که نشیمن نه دارد  
نه خادم کس بود نه مخدوم کسیه

دیگر

قدر تو بقدر معرفت خواهد بود  
حشر تو بصورت صفت خواهد بود

روز که جزای بر صفت خواهد بود  
در حق صفت کوش که در روز جزا

## نتیجہ ارکلیات

PROFESSION OF FAITH.

*Ye who seek for pious fame*



And that light should gild your name,  
Be this duty never forgot,—  
Love your neighbour harm him not  
To The Great Spirit, I appeal,  
Who canst the gates of truth unseal,  
If follow none, nor ask the way  
Of men who go, like me astray;  
They perish, but Thou canst not die,  
But livest to all eternity.  
Such is vain man's uncertain state  
A little makes him base or great;  
One hand shall hold the Koran's scroll  
The other raise the sparkling bowl—  
One senses, and one condemns the soul.  
The temple I frequent is high,  
A Turkish vaulted dome the sky,  
That spans the world with majesty.  
Not quiet a Muslim is my creed,  
Nor quiet a Giora; my faith, indeed,

May startle one who hears me say,  
 I'd give my pilgrim staff away,  
 And sell my turban, for an hour  
 Of music on a fair one's bower.  
 I'd sell the rosary for wine,  
 Though holy names around it twine.  
 And prayers the pious make so long,  
 Are turned by me to joyous song,  
 Or, if a prayer I should repeat,  
 It is at my beloved's feet.  
 They blame me that my words are clear  
 Because I am what I appear;  
 Nor do my acts my words belie —  
 At last, I shun by procrisity.  
 It happened that but yesterday —  
 I marked a potter beating clay,  
 The earth spoke out — "Why dost thou strike  
 Both thou and I are born alike;  
 Thou some may sink and some may soar,"

We all are earth, and nothing more.

## شیخ ابو الفیض فیضی

فیضی ایک قدیم اور بزرگ خاندان کا نو نیا تھا۔ اسکے آبا و اجداد میں کے رہنے والے تھے۔ دسویں صدی ہجری میں اسکے بزرگ ہندوستان میں آئے اور فیضی کے باپ دادا نے آگرہ میں مستقل طور سے سکونت اختیار کی۔ اسکا باپ شیخ مبارک صوفی فاش اور بڑا عالم تھا۔ فیضی کا بھائی ابو الفضل لکھنوی کے زیادہ تر ہم دونوں بھائیوں نے اپنے باپ ہی سے علوم میں استفادہ حاصل کیا۔ بعض مؤرخوں نے فیضی کو شیعہ لکھا ہے مگر ابو الفضل کا قول ہے کہ ہمارا خاندان حنفی تھا۔

۹۵۴ھ ہجری مطابق ۱۵۴۸ء میں فیضی پیدا ہوا اور ابو الفضل اسکا چھوٹا بھائی مبارک نام جب تک اہل علم باقی ہیں علماء کی خدمت میں رہے گا۔ ۹۵۵ھ ہجری میں ۱۵۵۱ء میں پیدا ہوا۔ دونوں بیٹوں کی تعلیم تربیت میں شیخ مبارک نے نہایت کوشش کی۔ آوارہ لڑکھن اور بڑی محبت سے ہمیشہ بچاتے رہے چنانچہ ایک ملکہ ابو الفضل لکھتا ہے۔

زابتدا بر ماںک و بابک بنا زیدم چو طفل ۴ زانکہ ہم ماںک رفیم بود و ہم بابک من  
آپ کی غورو برد و سخت اور باقاعدہ تعلیم کے سبب سے فیضی ۱۵ برس اور ابو الفضل ۱۵ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ یوں کہو کہ اس زمانہ کے دونوں بھائی اس چھوٹی سی عمر میں ایم۔ اے۔ تھے۔

فیضی کے کتب خانہ میں چھاپیں ہزار جلدیں تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ چھاپے کا کام

نشان بھی نہ تھا۔ اس قدر کتا ہونکا فراہم کر لیا بڑا مشکل کام تھا۔ یہ کتابیں چار قسم کے کتب خانوں میں تھیں۔

(۱) شامیخ علم اللسان۔ طب۔ انشا۔ علم ادب۔

(۲) نظم۔ علم الاطلاق۔ علم موسیقی۔

(۳) فلسفہ۔ تصوف۔ ریاضی۔ نجوم۔

(۴) تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ اصول۔

۵۵۵ھ چوری مطابق ۱۱۶۱ء شہنشاہ اکبر عظم نے فیضی کو اپنے دربار کے شاعروں میں مقرر کیا۔ اس نے سیرج اور شاعری میں جو کار نمایاں کئے وہ پوشیدہ نہیں۔ اکبری دربار میں جہاں دنیا بھر کے لائق انشا پرداز شاعر جمیں تھے ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ اور سنسکرت کا د. وازہ کھول دیا۔ جس کے سلمان بہت کم ستغیہ ہوئے تھے۔ سنسکرت کی بیشمار تصانیف کا ترجمہ فیضی نے فارسی میں کیا یا ان کو جمع کیا۔ روزگار دن آف پرشیا میں اکی نسبت ایک عجیب وادیت لکھی ہے جسکی صحت میں شک سا ہوتا ہے۔ یعنی فیضی نے ہندو کا بھیس بدل کر ایک فاضلین سے بنارس میں سنسکرت تحصیل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ دہو کا کھل گیا تب اس کے استاد نے غم و غصہ سے خودکشی کا ارادہ کیا فیضی نے شکل برہمن کو باز رکھا۔ مگر اس استاد نے شاگرد سے قسم لے لی کہ ہندوؤں کے مقدس ویدوں کا فارسی میں ترجمہ کرے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ فیضی سے پہلے سلمانوں میں کوئی شخص سنسکرت کا علم نہیں گذرا۔ مگر ستر اربٹ اپنی کتاب مؤرخین ہند جلد ۲ ص ۲۱۷ میں لکھتے ہیں کہ فیضی سے پہلے ہی سلمان سنسکرت جانتے تھے۔ نیز اس سے پہلے اگر سلمان سنسکرت

ہاتے بھی تھے، اور انھوں نے کوئی نواد کی تصنیف ہمیں چھوڑی تھی۔ فیضی نے  
سفسکت کی جس عمدہ عمدہ کن ہونکا ترجمہ سوا۔ وید کے فارسی میں کو دیا۔ جنہیں سے  
چند ہندوستان میں بھی چھپ گئے ہیں سب سے زیادہ خوب انگیز کتاب سوطع الالہام  
یا فیضی بے نقطہ کلام اللہ شرف ہو۔ تیس باروں کی عربی زبان میں تفسیر اور بے نقطہ  
حیرت کا دیباچہ کے ساتھ ائمہ ناجی اور خیال ہونا ہے کہ فیضی کا علم کس پایا  
تھا۔ فنی لکھنؤ کے پریس میں تفسیر بیانی ہے۔ یہ شخص کو ایسی نامہ کتاب دیکھتا تھا  
فصلوں ان حضرات کو جو سداؤں کے لئے ہمہ کن ترجمہ جاریت سے دیکھنے کے ملے ہیں۔

حضرت آدم۔ تیسرا حضرت مسلم کے۔ ہندوستان میں یہ بھی غیر منقطع ہے  
یہ میں جہان کے، شریک غیر ملک کے فاضل کی سیادت کا فارسی زبان میں  
اسلم کے کوئی باب سمجھتے ہیں۔ فیضی اور ابو نعیم کے یہ بھی عزت پر جیسے  
فادر الکلام مسعودی در بیان زبان و لغت کی اور کچھ جہاں جہاں ابو نعیم بھی کچھ کہلائے  
ہماری تصنیف اس آئینہ سری۔ کہ آسمان۔ ابو نعیم غیر ایک رحمتیں۔ زبان کو  
عبارت کو ماننے والے کیا شہرہ و نامہ عبارت ہے۔ اب کوڑے وہی ہوتی ہیں  
فتح مبارک جب اس دونوں ہونا اور لایق میٹوں کی شہرت لیاقت اور علم و فضل  
دیکھتا ہوگا کہ، خوش ہونا ہوگا۔ مبارک ہے وہ باب بلکہ لایق اولاد موجود ہو۔  
تسلسلہ کا مشہور روزگار دن آف پرشہرہ آیت لکھتے ہیں۔ فیضی کی معمولی غزلیں  
مشک نافہ کی طرح ہیں جسکی ملا تیز روش بہ نام جان کو سطر کر دیتی ہے۔

تیسویں جہان عربی فارسی اور سنسکرت کے مشہور و معروف عالم و فاضل لکھتے  
ہیں کہ فیضی ایک عالم اور عمدہ مصنف تھا۔ یوں کہ اکثر مؤرخین نے لکھا کہ

ایسیا میں جس قدر لایق اہل قلم گزرتے ہیں فنی سب میں افضل تھا۔  
 شاہ عباس صفوی کی طرف سے ایران کے حبیب عالم ملا جابر وحید نے شہنشاہ  
 اکبر کی خدمت میں ایک رباعی بھیجی۔ ملا کو اس رباعی کے سلسلہ میں عباس نے  
 بڑا انعام و اکرام دیا تھا۔ گو تیسرے مصرعہ اکبر پر چوٹ کرتا ہوا تھا۔ وہ رباعی یہ ہے۔

## رباعی

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد | رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد  
 اکبر بہ خزینہ پُر از زر نازد | عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد

فنی سب میں فی البدیہہ یہ رباعی تصنیف کر کے قاصد کے ہاتھ ایران بھیجی۔

خرد و سہل و سبیل و کوثر نازد | دریا بہ گہر و ملک بہ اختر نازد  
 عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد | کوئین بہ ذات پاک اکبر نازد

اکبر بہت خوش ہوا اور ہفت ہزاری منصب پر سرافراز کر دیا۔  
 ایک اور حکایت مشہور ہے کہ شاہ عباس صفوی اور شہنشاہ اکبر دونوں دہلی کا  
 صفیا کرتے تھے مگر فرق اتنا تھا کہ عباس مسلمانوں کی وضع اور اکبر ہندوؤں کا  
 لباس اختیار کئے ہوئے تھا۔ علاوہ ازیں اکبر کے عقائد کا ظاہری برتاؤ ایسا  
 نہ تھا جو ہندوؤں کے عجم تک سرگوشیاں نہ کرتا۔ اس لئے تفتیش حال کی  
 غرض سے شاہ ایران نے ایک نامہ بھیجا۔ ابو الفضل نے اس کا جواب  
 ذیل کے دو شعروں میں دیا۔

قیل ان اللہ ذو ولہ | قیل ان الرسول قد کہنا

انجی اللہ والکرموں معا من لسان الہوزر فکیمیا  
 (ترجمہ) ہوں نے خداوند کریم کو صبا اواد اور رسوا کریم کو سا کر کہا  
 جب نبی اور خدا نے زبان خلق سے انجات نہ پائی ہو تم کہ تم خطا تین میں  
 قیض اور ابو قیض دونوں جانی برہین شصہ میں یور پیر، عالموان  
 و دونوں کو، کیفیت کا اپنی زبان کا ترجمہ کیا ہے۔

ابو القیض۔ ہر کلمہ اول تو کہ اواد۔ جو ہی بھی وہ درین شریں۔ یونی کہ کہنے کے  
 تمہیل۔ دو شصہ ہو لکھا گیا ہے۔ ہاں کہ میں میں عیض کا یون مودہ ہے  
 اول سمہ میں دیکھا ہے۔ بعد اگر تین میں سے انتخاب یہ کر کہ تم

کو سدا کہ سید ہا امداد  
 بردو نامہ ان کہ سید ہا امداد  
 عین ہر سدا کہ سدا کہ سدا کہ  
 ہر سدا کہ سدا کہ سدا کہ  
 چکے سید ہا کہ سدا کہ سدا کہ  
 نو ہر سدا کہ سدا کہ سدا کہ  
 چنگا کہ سدا کہ سدا کہ سدا کہ

بادہ کہ سدا کہ سدا کہ سدا کہ  
 بکلیہ کہ سدا کہ سدا کہ سدا کہ  
 حقد کہ سدا کہ سدا کہ سدا کہ  
 آہو کہ سدا کہ سدا کہ سدا کہ  
 کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ  
 کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ  
 کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ

دیگر

کر شہ شہ غم پران مہر نشاط  
 دینکاران شہ شہ شہ شہ شہ

یہ رب بیکہ ہنسی شہان بن سدا  
 چندیان ہنری کا سدا کہ سدا کہ

باغ جهان تپست ز گلهای انبساط  
ساقی کرم خون کند سیل انتقال  
دانا ساخت برگ آقا مست بین باط

اسے صد ہزار سالہ کرا زنت باغ  
گرفن دل خورد حریفان بجا  
مکشای پتنگنای جهان محل اسید

فیضی تو پاکباز کہ از بازی قضا  
منصوب عجب نشیند درین بساط

## انتخاب از دیوان Gazel.

To day is given to pleasure,  
It is the feast of spring;  
And earth has not a treasure  
Our for tune shall not bring.  
Fair moon! the bride of heaven confest,  
Whose light has dimmed each star,  
Show not thy bright face in the East,  
My love's out shines it afar.  
Why sighs the lovely nightingale,  
Ere days first beams appear?  
She murmurs forth her plaintive tale,



For coming Spring to rear.  
 Oh, ye severely wise,  
 Today your counsels spare;  
 Your frown in vain denies  
 The wine cup and the fair.  
 Within our hands of bliss.  
 The dervish may be seen,  
 Whose seat till days like this,  
 Within the mosque has been.  
 I can not but the truth declare,  
 That Hafiz finds again  
 His eyes on his charming fair,  
 He tips the wine cup down

از رامین قاضی  
 BRIMA'S SORROW

Minstrel, wake the magic spell!  
 Sing of love, its wonders tell;  
 Tell how it subdues the proud.  
 Shall we blame weak man that follows?

When thy glowing verse recalls,  
 How immortal natures bowed,  
 How great Brimha's heart wastried,  
 How far woman's love he sighed,  
 Who shall say where love begins,  
 How its subtle way it wins?  
 Gods, who love the race they frame,  
 Can not tell whence springs the flames.  
 Man may reason long and well,  
 But can never break the spell.  
 Sing of Brimha's and his pain,  
 Which disturbs his sacred reign;  
 Even on his heavenly throne  
 Tears of sorrow cloud his eye  
 Dreaming of that fatal one,  
 Born awful mystery:  
 Last created prized the most,  
 Beauties, loving, loved, and lost!  
 Sometimes when the stars look dim,

And the moaning winds are high,  
 Brumha wakes his mournful hymn,  
 Tuned to grief that can not die.

## اسدی طوسی

اسدی طوسی کا نام دو وجہ سے بہت مشہور ہے۔ اول تو وہ ملکہ اشوار فردوسی کا  
 اوستاد تھا (سیرے محترم مخدوم جناب شمس العبدار مولوی محمد شبلی صاحب نقابانی  
 ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسدی کی اوستادی مہوت فیہ ہے  
 اکثر تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ وہ فردوسی کا اوستاد تھا لیکن بعض قرین اس کے  
 خلاف ہیں) دوم اسے چار ہزار تین شاہنامہ کی بھی تصنیف کی تھیں۔  
 یہ نامور شاہ سلطان محمود غزنوی انار اشہر برانہ کے بارہین نامیت عزت کا درجہ  
 رکھتا تھا۔ سلطان نے بارہا یارنغ ملوک محمد غنیمت کریم کے واسطے ارشاد فرمایا  
 کہ اس نے ہمیشہ پیری کا قدر پیش کیا۔

فردوسی اس سے ابتدای زمانہ میں اصلاح لیا کرتا تھا۔ آخر جب سلطان کا اصرار  
 زیادہ ہوا تو مجبوراً چار ہزار تین لکھنے پایا تھا کہ پیام اجل آگیا۔ بعد ازاں پورا شاہنامہ  
 اس کے ہونہار شاگرد فردوسی نے ۵۳ برس کے عرصہ میں ختم کر دیا۔ اسدی طوسی کی  
 تصنیف سے میل نہار کا سکا لہ اذکار ہے۔ جس کو ہم بھی ذیل میں نقل  
 کرتے ہیں۔

## DAY AND NIGHT

Day and night, who each can yield  
Joy and solace to the earth,

Thus contented for the field,

Charming both the highest birth—

Night spoke frowningly:—“’Twas I

Who from all eternity

Raid the chaos of the world,

When in this confusion hurled.

The fervent prayer is heard at night;

Denouncing thus day's glaring light.

’Twas night, the Mount when Moses left;

’Twas night was lost avenged by fire:

’Twas night the moon our prophet left,

And saw eleven night revealed entire.

The lovely moon for thirty days

Spreads radiant glory from afar:

Her charms for ever night displays

Crowned, like a queen, with many a star

Her seal bearer is Heaven, a band  
 Of planets wait on her command.  
 Day can but paint the skies with blues  
 Night's starry hosts amaze the view.  
 Man measures time but by the moon,  
 Night shrouds what day reveals too soon.  
 Day is with toil and care oppressed,  
 Night comes, and with her, gentle rest.  
 Day, busy still, no praise can bring,  
 All night the saints their anthems sing;  
 Her shade is cast by Gabriel's wing!  
 The moon is pure, the sun's broad face  
 Dark and unsightly spots deface:  
 The sun shines on with changeless glare  
 The moon is ever new and fair."  
 Day rose, and smiled in high disdain:  
 'Cease all this boasting, void and vain;  
 The Lord of Heaven, and earth, and thee,  
 Give me a place more proud than thine

And man with joy my rising see,

I hail the beams that round me shine

As holy pilgrim takes by day.

So many a sacred shine his way;

By day the pious fast and pray;

And solemn feasts are held by day:

On the last day the world's career is run,

As on the first its being was begun.

Thou Night, art friendly, it may be,

For evers fly for help to thee.

When do the sick thy healing see?

Thieves by the aid, may scattleless prowl;

So near to thee the bat and owl;

And, led by thee, pale specters grainly

Is-pany from Heav'n, from dust art thou, <sup>how!</sup>

Light crowns my heads with many a gent,

The collier's lap is on thy brow—

For thee a fitting diadem.

Thy presence fills the world with joy;

Thou canst all comfort to annoy.  
 I am a Moslem - white my vest:  
 Thou a vile thief, in sable drest.  
 Out negro-face! - dar'st thou compare  
 Thou cheeks with mine, so purely fair?  
 'Those 'hasts of stars, 'thy boast and pride,  
 How do they rust their sparks to hide,  
 How to their nations darkness run,  
 When, in his glory, comes the sun!  
 True, death was first; but, tell me, who  
 Thinks life least wor thy of the two?  
 'Tis by the moon the Arab counts;  
 The lordly Persian tells his year  
 By the bright sun, that proudly mounts,  
 The yielding heavens, so wide and clear  
 The sun is ruddy, strong, and hale;  
 The moon's sickly, wan, and pale.  
 Me thinks 'twas ne'er in story told  
 That silver had the worth of gold!

The moon, a slave, is bowed and bent,  
 She knows her light is only bent;  
 She hurries on, the way to clear.  
 Till the great Shah himself appear.  
 What canst thou, idle boaster, say  
 To prove the night equals the day?  
 If stubborn still, let him decide  
 With whom all truth and law abide.  
 Let Nasir Ahmed, wise as great,  
 Pronounce, and give to each his state."

## ابو اسماعیل طغری

طغرائی الصفہاں کا باشندہ اور بہر دست شعراء میں سے نکدا بنی۔ قناد بن  
 ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے خطاب "عزت الشعراء" عطا ہوا تھا  
 خط طغرائی میں کمال حاصل تھا۔ مسٹر ہسٹوارٹ لکھتے ہیں کہ شاید کسی وجہ  
 طغرائی شخص رکھ لیا ہوگا۔ سلطان ہوصل نے لیاقت علیہ کی وجہ سے درجہ  
 وزارت عطا کیا۔ لیکن اس عہدہ پر یہ بالکمال ہوصہ تک نہ رہنے پایا۔ خواجہ  
 میمنہ دی وزیر سلطان محمود اسکے کمال اور لیاقت کا دشمن تھا۔ آخر ایک موقع پر



ایرانی دشمنی نکال کر قتل کر ڈالا (موصول اس وقت میں سلطان محمد کے تحت تھا)  
ایک کتاب "لامیۃ العجم" اسکی تصنیف سے یادگار ہے۔ شاید ایران یا یورپ  
میں ہو ہندوستان میں تو ناپید ہے۔ ایک نظم کشمیر کی تعریف میں لکھی ہے  
اسکا انگریزی ترجمہ بدلاش لکھا جاتا ہے۔

### *Eulogy on Kashmir.*

*Hail to the city from whose bowers—  
The glowing paradise of flowers!—  
Soft zephyrs waft the rose's breath,  
By moonlit night and blushing morn,  
Even to the ruby, hid beneath  
The golden hills of Badakhshan!  
Whose gale with perfume-laden wing,  
O'er Arabs' deserts hovering,  
Atint as radiant can bestow  
As beams that in the emerald glow.  
Upon thy mountains fresh and green  
The velvet turf is scarcely seen,  
So close jasmine twine, around  
And strew with star-like flowers, the ground  
The ruddy glow of sunset lies*

Within thy rich pomegranate's eyes;  
 And flashing midst the tulip-beds,  
 A blaze of glory round them sheds.  
 Night dwells amidst thy spicy groves;  
 Thy saffron fields the star of morning loves.  
 Thy violets have lures of eyes as fair;  
 Thy hyacinths of waving, dusky hair;  
 Thy glittering sunflowers make the year <sup>all spring</sup>  
 Thy bees their stores are ever gathering;  
 And from the rose's branches, all day long,  
 Bowers to the air impart her song;  
 Amidst the leaves her bark-like nest is lost  
 In melody, and true and hearty lost.  
 The rich narcissus quaffing dewy wine,  
 Clings to thy breast, where odds are numbered <sup>turns</sup>  
 No eye can see the bound where end thy <sup>bowers</sup>  
 No tongue can number half thy gentle <sup>flowers</sup>  
 Such freshness lingers in thy air of balm.  
 That even the tulip's burning heart confesses

The life its sigh bestows at evening's calm,  
 When the glad cypress shakes <sup>her grace</sup> ~~full of sadness~~  
 The waves of each rejoicing river  
 Murmur melody for ever,  
 And to the sound, in wild amaze,  
 On their glad crests the dancing bubble plays  
 While lotus flowers, just opened, there,  
 Look with bright eyes towards heaven in prayer  
 So clear thy waters that, reflected bright,  
 The dusky Ethiop's skin is pearly white.  
 So cool, that as the sun his fingers loves,  
 They shiver on the surface of thy waves.  
 The immortal lily, pure as angel's plumes,  
 All day, all night, the grove with light illumines  
 The grove, where garlands, by the roses made,  
 Like clustering Pleids, glimmer through the shade  
 And hide amidst their leaves the timid doves  
 Whose ringed neck proclaims the slave of love  
 Tell me what land can boast such treasures?

*Is sought so fair, is ought so dear?  
Hail! Paradise of endless pleasures!  
Hail! beautiful, beloved Kashmir!*

## شیخ فیدالین خطاب قدس سرہ

شیخ وہ کا وطن نیشاپور ہے۔ اگر نیراب کو سرا دھو فیاہ کہتے ہیں۔ آپ کی تمام زندگی ریاست  
مجاہدہ اور فقر و فاقہ میں گزی۔ آپ کا انتقال بھر ایک سو بارہ سال بعد سلطان  
شاہ مجری میں ہوا شیخ کی تصانیف سے چند نامہ اسرار نامہ اوچہ  
کتابین میں۔ مثنوی عشقیہ میں سے دو فصلیں نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے  
کیسا مؤثر کلام ہے۔

### خطاب بہ عشق

در عالم مثل خود نداری  
صراف ازل ز دستش جنت  
خورشید بذرہ کیش بازو  
از فروغ نشت حاصل  
دانندہ سہ لایزال  
چہر کہ تو خواہش رسانی

اے عشق تو کامل العیاری  
نقدے کہ بہ بوتہ تو گدخت  
نورت زو لے کہ سر نہ ازو  
اے خاکِ در تو منزل دل  
آگاہ ز ہل ہر کالی  
دانی رہ ملک بے نشانی

عزیزت کہ بے تو نیم جہانم      بے نگر کہ چہ سخت بنا تو باہم

## خطابِ بگریہ

دیشا دی غمِ فراقِ مانی	اے گریہ تو بس شفیق مانی
جاسے تو بدیدہ و دلِ سا	مہر تو مدامِ شالِ سا
ساری بہکسان تو حکمِ تقدیر	شد جو مرث از کمالِ تاثیر
خود سے کہ نسبتِ با تو ہم	در عرصہ گہِ تمامِ لم
عاصی نہ تو بُرد و سپہِ برکت	عابد بہ تو یافتِ ذوقِ عفت
اربابِ فراقِ با تو دلِ بند	اصحابِ بصالِ از تو نرسند
دایم زندہ است اشکبارانہ	آن طائفہ کہ ہوشیار نہ
گوئی اگر یہ بے غواں نہ	دانانکہ مہم است نہ

## The Way to Paradise.

Would'st thou inherit Paradise,  
The maxims keep before thine eyes;  
To thy heart's mow shall appear,  
For ever shining bright and clear.  
Give thanks when fortune smiles serene,  
Be patient when her frown is seen;  
If thou hast sinned, for pardon plead,

And help shall follow at thy need,  
But shall be hope the prize to hold,  
Who with new sin conceals the old?  
Be penitent, be watchful still,  
And fly the votaries of ill;  
Avoid the path that leads to sin,  
And win thy way to Heaven.  
The praise of this Almighty  
Unbounded praise to God be given,  
Who ever has shown the height of  
His love in his merciful heart of love,  
Who gave man, and gave him birth,  
Who made a breach hell, and broke the  
Gates, and in heaven, that same,  
The trumpet with His terror clad,  
And swept from earth the Sub-  
And for this great <sup>or so</sup> Hell has room,  
To roses changed, a bed of flame:  
The smallest insect, at His will,

Becomes an instrument of ill.  
 He choke, the sea o'er whirlms <sup>off</sup> the  
 And the hard rock, a camel <sup>off</sup> the  
 The iron turns at His command,  
 To <sup>the</sup> <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 To <sup>the</sup> <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 To <sup>the</sup> <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 And bade the <sup>Five</sup> his signed  
 To one, a dardemi is given  
 To <sup>the</sup> <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 I <sup>infant</sup> <sup>in</sup> <sup>His</sup> <sup>goodness</sup> <sup>still</sup>  
 By <sup>the</sup> <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 One lies on <sup>the</sup> <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 One naked in a frozen wind;  
 One <sup>scarce</sup> <sup>can</sup> <sup>count</sup> <sup>his</sup> <sup>heap</sup> <sup>of</sup> <sup>fire</sup>  
 One faints with hunger, & the <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 He bade a virgin, child, & <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 And made an infant's witness, <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 The <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>  
 By north of star, & <sup>iron</sup> <sup>turns</sup> <sup>at</sup> <sup>His</sup> <sup>command,</sup>

۸۳

And kings, who hold the world in  
 At His great work to ruin fall.

~\*~\*~\*~\*~

## شیخ عبداللہ ہاتھی حمزہ علیہ

ہاتھی۔ برادر زادہ مولانا جامی جامع مصنفات خراسان میں پیدا ہوئے  
 اپنے عم بزرگوار سے متاثر ہو کر تصوف میں استفادہ حاصل کیا۔ مولانا جامی  
 صاحب جی اپنے صاحبزادے کی محبت سے بے حد الفت رکھتے تھے یوہین عالم نے  
 بلا اذیت انرا زمانہ بیان کیا کہ اگر مولانا جامی کے بعد کسی کا نمبر پر زودہ ہاتھی کا  
 انھوں نے اپنے زمانہ میں سحر بانی کے جندے کا ڈوئے اور خدا داد  
 فصاحت و بلاغت سے ہم عصر شعرا میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

خاتمہ ہاتھی جمہین خسرو شیرین۔ تیلی و بخون۔ بہت منظرین مثنویان اور  
 فتوحات نیموریہ یا تیمور نامہ ایک تاریخ شامل ہے۔ زمانہ کی دست برد سے  
 انکے محفوظ اور یادگار ہیں۔ یوہین عالمون نے جہان اور نامور شاعروں کے  
 کہ مہ واپنی زبان میں لیا ہے انکی نقد نیف کو بھی جلد دی ہے۔

آپ کا انتقال ۱۵۲۵ء میں ہوا اور موضع غرد شردین مدفون ہوئے جس کے  
 شیرین۔ تیلی و بخون اور بہت منظر ہندوستان میں بھی فشی نو لکھو



مطیع من چھب گئی ہیں۔ ہم انگریزی ترجمہ لیلی و مجنون میں سے اتنا بابا  
کچھ دن کرتے ہیں۔

*The meeting in the desert.*  
*Even take the roaming moon, along*  
*The dressy path fair Leila strayed,*  
*Till, worn and spent the wilds along,*  
*Deep sleep o'er powered the maia:*  
*And from her hand the bridle's cheek,*  
*Full on the patient camel's neck.*  
*The guides were far and dark the night,*  
*The weary camel stopped to gaze,*  
*The caravan was hid from sight —*  
*Then lost amidst the desert's maze.*  
*Unconscious still, she wandered on,*  
*And woke — untended and alone!*  
*The Rose was severed from the plain,*  
*Nor friends nor strangers now in trade:*  
*On through the waste she speeds amain,*  
*But all is trackless solitude.*

From spot to spot with anxious fear,  
 She hastes, she calls, but none can hear!  
 When, from a wild and gloomy height,  
 A dusky form rush'd forth to sight.  
 No terror siezed the maiden's heart —  
 A thought sprung there which chilled her road,  
 For in that waste, from apart,  
 A life of pain her Kais led,  
 Might not this stranger know his state,  
 And give her tidings of his fate?  
 So wasted, worn, and changed with care,  
 His mind avoid, himself forgot,  
 The hopeless victim of despair —  
 Even she, the True One, knew him not!  
 "Whence com'st thou?" Leila said, "and why  
 Amidst these deserts dost thou roam?  
 Tell me thy name — what destiny  
 Has lured thee from thy friends and home?"  
 The grief struck youth, unconscious grown,

# ملک اشعرار حکیم فضل السین خاقان

خاقان ایران میں نہایت اعلیٰ پایہ کا شاعر اور ایک کے عزیز میں کچھ دشت میں  
 اپنے کہیں جگر نہیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ سلطان منوچہر کی بلاطنت جس کے دربار  
 غالب ملک اشعرانی کہتا تھا کہ میں غائب ہو گیا۔ سلطان نے گرفتار کراچہ ہاؤس شہر  
 میں حیدر کیا۔ یہاں بہت سے عیسائی قیدی رکھے تھے۔ خاقان دن بھر اون سے  
 تکرار کرتا رہتا تھا۔ سرسٹوٹ لکھتے ہیں کہ اسکی تعریف سے ایک نظم دین بھی گئی  
 تھی ہے۔ واللہ اعلم۔ رانی کے بعد کہ غلط کیا۔ راستہ کی تکالیف میں ایک نظم لکھی ہے  
 کا انتقال ۱۸۸۷ء میں مقام تبریز ہوا۔ شعرے ایران کے ہیں کہ خاقانی متقیہ کا  
 ن بے نظیر شاعر تھا۔

(انتخاب از ترجمہ انگریزی)

## Gazel

Oh, waving cypress! cheek of rose!  
 Oh, jasmine-breathing bosom! say?  
 Tell me each charm that round thee  
 Who are ye that my heart betray;  
 Tyrant unkind! to whom I bow (cont).

— THE END —



HISTORICAL SERIES No. 1.

THE  
KHAYABAN-I-AJAM  
CONTAINING

LIVES OF PERSIAN POETS & ABSTRACT  
OF THEIR POLITICAL WORKS

BY  
M. Shafi-uddin-Ahmed

FIRST EDITION

SADHORA

PRINTED AT  
THE BILALI STEAM PRESS

COPYRIGHT REGISTERED

Cover Printed at the "A. B. Press"

MORADABAD.

